بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے پینتالیس سال

ماہنامہ الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

530-31
ذیقعدہ، ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ
اکتوبر، نومبر 2009

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر تا قیامت ثواب دارین حاصل کریں

اپیل

جامعہ میں زیر تعلیم تین ہزار طلباء کی دینی تعلیم و تربیت میں حصہ لینے کیلئے چرمہائے قربانی یا انکی قیمت' صدقات و عطیات وغیرہ سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ان مہمانانِ رسول ﷺ کے سالانہ لازمی اخراجات کا تخمینہ دو کروڑ روپے سے زیادہ ہے جو اہل خیر حضرات کے عطیات' صدقات اور زکوٰۃ و تعاون سے پورا ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ آپ کی یہ خدمت اور نصرت آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنے گی جو قیامت تک علم دین کی شکل میں جاری و ساری رہے گی۔

اکاؤنٹ نمبر : یونائیٹڈ بینک اکوڑہ خٹک 7-0001-100 مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6-1102
فون نمبر : 630560-630341 - 630435 (0923) **فیکس نمبر** : 630922 (0923)
ای میل ایڈریس: editor_alhaq@yahoo.com

منتظم اعلیٰ : جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ کیشامت لائبریری
211-11-09
36 ... ٹاؤن لاہور

جلد نمبر ---- 45
شمارہ نمبر ---- 2-1
ذیقعدہ، ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ
اکتوبر، نومبر ---- ۲۰۰۹ء

ماہنامہ الحق

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: مناسکِ حج کمال عبدیت وعشقِ محبت۔ وطن عزیز کی مخدوش وتشویشناک صورتحال ...... مولانا ابراہیم فانی ۲
عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات ...... مولانا عرفان الحق ۵
جھوٹی شہادت اور لہو ولعب سے احتراز ...... حضرت مولانا انوار الحق صاحب ۱۳
قرآن عظیم اور کائناتی زمینیں (زمینوں کی ایک خوفناک طبیعی حقیقت) ...... مولانا سعید الرحمن ندوی ۱۹
اسلامی کیلنڈر کی ضرورت و اہمیت ...... حافظ سید عزیز الرحمن ۲۹
دہشت گرد۔ کون۔ کیسے؟ ...... جناب غلام رسول دیشکھ ۴۳
حضرت مولانا شمس الہادیؒ (صاحب حق صاحب شاہ منصور) ...... (یادرفتگان) ...... مولانا محمد ابراہیم فانی ۴۶
مدارس پر چھاپے۔ ایک سوچا سمجھا منصوبہ ...... مولانا محمد حنیف جالندھری ۵۶
سوائن فلو کی وباء۔ خنزیر کے بارہ میں اسلامی تعلیمات پر مہر تصدیق ...... جناب عبداللطیف اثری ۵۹
دارالاسلام ودارالکفر اور عصر حاضر میں اس کی تطبیق ...... مولانا حذیفہ وستانوی ۶۳
فضلائے حقانیہ کی تالیفی وتصنیفی خدمات ...... مولانا حبیب اللہ حقانی ۶۷
دارالعلوم دیوبند میرے چند مشاہدات و تجربات ...... جناب ڈاکٹر ظہور الحق ۷۰
یہی تو کام کا وقت ہے ...... حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ۷۳
کائنات کے اسرار ورموز اور چار کا ہندسہ ...... مولانا لقمان الحق ۷۴
اسلام اور امت مسلمہ کے بارہ میں عالمی خبریں ...... محمد جاوید اختر ۷۶
محبوبیت دلانے والی صفات ...... حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۷۸
تعارف تبصرہ کتب ...... ادارہ ۷۹

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com Fax(0923)630922
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250، بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقشِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا محمد ابراہیم فانی

مناسکِ حج کمالِ عبدیت اور عشق و محبت کے مظہر

آج کل ایام حج شروع ہونے والے ہیں' حجاج کرام اور زائرین حرم کی ایک بہت بڑی تعداد حسب معمول اور حسب سابق حجاز مقدس پہنچ چکی ہے' سعادت مند اور خوش نصیب ہیں وہ حجاج کرام اور زائرین جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر اور بہت عمیق کا بلاوا نصیب فرمایا۔

معجم طبرانی میں سیدنا عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز بیت اللہ کے گرد ۱۲۰ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ ساٹھ رحمتیں کعبہ کا طواف کرنے والوں کے لئے۔ چالیس اعتکاف کرنے والوں کے لئے اور بیس رحمتیں کعبہ کو دیکھنے والوں کے لئے۔ اس طرح امام بخاری نے بروایت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے اس کے کانٹوں کو بھی نہیں کاٹا جائے گا اور نہ اس کے جانوروں کو بھگایا جائے گا اور نہ اعلان کرنے والوں کے علاوہ کوئی شخص اس کی گری ہوئی چیز کو اٹھائے گا۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ بیت اللہ کا ستون ہے جو شخص حج عمرہ یا زیارت کے قصد وارادہ سے اس گھر کے لئے روانہ ہوا تو حق تعالیٰ شانہ اس بات کا ضامن ہے کہ اگر وہ اس دوران فوت ہوا تو اس کو جنت میں داخل کردے۔ اور اگر اس کو گھر واپس لوٹائے تو اجر وغنیمت کے ساتھ لوٹائے۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر مالی استطاعت سے نوازا ہے تو ان پر اسلام کے اس اہم رکن کی ادائیگی فرض کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا.

اور بیت اللہ شریف کا حج لوگوں پر اللہ کا حق ہے۔ جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ استطاعت کے باوجود اگر کوئی شخص فریضہ حج ادا نہ کرے تو اس شخص کے بارے میں بہت سخت وعیدیں احادیث میں مذکور ہیں۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص زاد راہ اور سواری کا مالک ہو جس کے ذریعہ وہ بیت اللہ تک پہنچ سکے اس کے باوجود وہ حج ادا نہ کرے تو اس کا افسوس نہیں خواہ وہ شخص یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس بندہ کا جسم تندرست ہو اور مالی لحاظ سے بھی خوشحال ہو اور وہ پانچ سال تک میرے پاس نہ آئے وہ ضرور محروم ہے۔

یہ چند روایات تو اس اہم رکن کی فضیلت میں ذکر ہے' اس کے علاوہ حج بیت اللہ یہ کمال عبدیت کا مظہر ہے اس میں تمام حرکات وسکنات مسلمان کی اس عبدیت اور اطاعت گزاری پر دلالت کرتی ہیں اس لئے کہ بندوں کا اپنے خالق حقیقی سے مختلف زاویوں سے تعلق ہے ان میں سے ایک تعلق عشق ومحبت کا ہے کیونکہ وہ ہمارا مربی ہے' محسن اور منعم ہے' جمال و

کمال کے جتنے بھی اوصاف ہیں وہ آپ کیساتھ خاص ہیں اور وہ ان سب کیساتھ متصف ہے' ادھر ہر آدمی کے دل میں فطری طور پر اپنے منعم اپنے محسن اور صاحب جمال وکمال سے عشق ومحبت کا مادہ موجود ہے تو

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسی تعلق کا مظہر ہے کہ زائرا پنے عزیز واقارب اہل وعیال بیوی بچوں اور گھر بار کو چھوڑ کر اور ان تمام تعلقات سے منہ موڑ کر کوچہ یار کی طرف جاتا ہے اور جنگلوں اور گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتا ہے۔

ماو مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق او بصحرا رفت و مادر کوچہ ہا رسوا شدیم

یہ ساری وحشت اور اشتیاق کیوں ہے؟ یہ اضطراب اور بے چینی آخر کیوں مسلط ہوئی؟ اسلئے کہ محبوب کے در پر عشاق کے اجتماع کا ایک وقت مقرر ہے وہ قریب آگیا ہے' جب عشق کے طفیل یہ مبارک سفر ہے تو راستہ کی سب صعوبتیں اور مشقتیں اسی ذوق اور جذبہ کے ماتحت ہونا ضروری ہیں اسکے بعد احرام میں اسی عاشقانہ رنگ کا پورا مظہر ہے۔ نہ سر پر ٹوپی نہ بدن پر کرتے فقیرانہ صورت نہ خوشبو نہ زینت ایک مجنونانہ ہیئت جو کہ کرب وبے چینی کے کمال کو ظاہر کرتی ہے اب جب یہی عاشق زار کوچہ یار میں داخل ہوتا ہے تو اس حال میں کہ سر پر بال بکھرے ہوئے ہیں' لباس میں مجنونانہ ہیئت صرف دو کپڑے میلے کچیلے حال میں یہ اس بات کا اظہار ہے کہ مجھے اپنے آپ کی خبر نہیں۔ اس کو حضورؐ نے فرمایا کہ الحاج الشعث التفل ۔ حاجی بکھرے بالوں والا اور میلا کچیلا ہوتا ہے۔ اور یہی دیوانہ پن اللہ جل شانہ کو اتنی محبوب ہے کہ وہ تفاخر کے طور پر فرشتوں سے ظاہر فرماتے ہیں: انظروا الی زوار بیتی قد جاؤ نی شعثاً غبرا

میرے گھر کے عشاق اور مشتاقوں کو دیکھو کہ میری طرف بکھرے ہوئے بالوں اور گرد وغبار کی حالت میں آئے ہیں' پھر اسی حال میں حاجی صاحب مستانہ وار لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک میں حاضر ہوں اے اللہ میں بار بار حاضر ہوں تیری عبادت پر قائم ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں کا نعرہ لگاتا ہوا روتا اور چلاتا ہوا نالہ وفریاد کرتا ہوا پہنچتا ہے اس کی طرف حضورﷺ کا ارشاد ہے۔ الحج العج والثج یعنی حج خوب چلانے یعنی تلبیہ کو آواز بلند پڑھنے اور قربانی سے خون کے بہانے کا نام ہے۔ پھر جب حاجی محبوب کے گھر کو پہنچتا ہے اور وہاں جو حرکتیں کرتا ہے وہ کسی ضابطہ اور آئین کی پابند نہیں۔ کہیں محبوب کے گھر کا چکر کاٹتا ہے' اس کے در ودیوار اور چوکھٹ کو بوسہ دیتا ہے' آنکھیں ملتا ہے' پیشانی اور سر رگڑتا ہے' طواف کی ابتداء حجر اسود کے بوسے سے کرتا ہے' جس کو حدیث پاک میں اللہ جل شانہ کے دست مبارک سے تعبیر کیا ہے اور اس کا بوسہ گویا دست بوسی وغیرہ عشق کے لوازمات میں سے ہیں۔ مثلاً شاعر کہتا ہے کہ

امر علی الدیار دیار لیلی اقبل ذالجدار وذالجدار

یعنی میں اپنے محبوب لیلی کے شہر میں پہنچتا ہوں کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اس دیوار کو۔

حضور اقدسﷺ نے حجر اسود پر اپنے لب مبارک رکھے اور بہت دیر تک رُکے رہے۔ اور آنسو جاری تھے' اس کے بعد حضورؐ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ بھی کھڑے رو رہے ہیں' حضورؐ نے فرمایا یہی جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں' پھر

بیت اللہ شریف کے پردہ سے لپٹنا چمٹنا بھی اسی عاشقانہ شان کا ایک خاص منظر ہے کہ محبوب کے دامن سے چمٹنا بھی عشق کے مظاہر ہیں۔ اے ناتوانِ عشق تجھے حسن کی قسم دامن کو یوں پکڑ کر چھڑایا نہ جاسکے

الغرض ملتزم کے پاس دعائیں مانگنا صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا میدان عرفات میں وقوف منیٰ اور مزدلفہ میں قیام کرنا' منیٰ میں شیاطین کو پتھر مارنا یہ تمام اس جنون و وحشت کے مظاہر ہیں جو عشاق کو پیش آتے ہیں۔ آخر میں قربانی کا مرحلہ پیش آتا ہے یہ تو حقیقتاً جان کی قربانی ہے لیکن اللہ جل شانہ نے اپنی عنایت رحمت سے اس کو جانور کی یعنی مال کی قربانی سے بدل دیا اور یہی عشق کا منتھا اور آخری معراج ہے۔

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار میں عمر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

کیا عجیب منظر ہوتا ہے کہ مختلف مقامات مختلف رنگ و نسل مختلف زبانوں اور مختلف تہذیبوں کے مسلمان ایک ہی لباس میں بلا کسی امتیاز کے اللہ کے گھر کے طواف میں تلبیہ کہتے ہوئے مشغول ہوتے ہیں۔ کبھی اِس مکان سے گزرتے ہیں کبھی اُس مکان سے گزرتے ہیں' کہیں قیام' کہیں وقوف' کہیں دعا۔

کبھی اس مکان سے گزر گیا کبھی اس مکاں سے گزر گیا تری آستاں کی تلاش میں تیری آستاں سے گزر گیا
کبھی ترے در کبھی دربدر کبھی عرش پر کبھی فرش پر غمِ عاشقی ترا شکریہ میں کہاں کہاں سے گزر گیا

وطن عزیز کی مخدوش اور تشویشناک صورتحال

وطن عزیز آج کل حوادث و نوازل کی صرصر و سموم کی زد میں ہے اور مصائب و آلام نے چاروں طرف سے اس کو گھیر رکھا ہے۔ دہشت گردی' لاقانونیت اور مہنگائی کے دیو استبداد نے ملک کے چپہ چپہ کو اپنی گرفت میں لیا ہے۔ ہر شخص پر خوف اور دہشت طاری ہے۔ بازاروں' شہروں' پبلک مقامات حتیٰ کہ سکولوں اور دیگر سرکاری دفاتر کی رونقیں ماند پڑ گئیں ہیں۔ ایک بے یقینی کی کیفیت ہے جس نے تمام اسلامیان پاکستان کو نفسیاتی مرض میں مبتلا کر رکھا ہے۔ دوسری طرف عالمی دہشت گرد امریکہ کے بارے میں پاکستان کے حوالے جو خبریں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں آرہی ہیں وہ بھی بہت مہیب ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دشمنان اسلام نے وطن عزیز کو مشترکہ طور پر اپنی ریشہ دوانیوں کا مرکز بتایا ہے تا کہ خدانخواستہ اس ملک کا وجود خطرے میں پڑ جائے۔ جبکہ ہمارے حکمرانوں کی نااہلی اور ملکی مخدوش صورتحال سے بے خبری نے ہمارے تشویش میں مزید اضافہ کیا ہے۔ ایسی خطرناک صورتحال کے موقع پر ارباب اختیار کیلئے ضروری تھا کہ وہ اپنی توانائیاں وطن کی حفاظت اور اس کے استحکام کیلئے صرف کرتے۔ انکا سارا زور لایعنی امور کی طرف مرکوز ہے' جس پر عقل سر پیٹتی ہے اور ان کی عقل و خرد کو ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ عوام بیچارے پریشان ہیں کہ ہم کیا کریں' کس طرف جائیں وہ صرف ایسی حالات میں دعا ہی کر سکتے ہیں۔

کس طرف جاؤں کدھر دیکھوں کسے آواز دوں اے ہجومِ نامرادی جی بہت گھبرائے ہے

قسط (۷)

مرتب: مولانا حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
استاذ جامعہ دار العلوم حقانیہ

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

ماخوذ از خودنوشت ڈائری ۱۹۵۳ء

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری میں معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب' اہل محلہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپ کی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جا بجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ تحقیقی عبارت' علمی لطیفہ' مطلب خیز شعر' ادبی نکتہ' اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کر لیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کر سکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں .... (مرتب)

ترجمۃ مؤلف الحماسۃ: ھو أبو تمام حبیب بن اوس بن الحارث بن قیس الطائی و کان ابوہ نصرانیا و أبو تمام کان واحد عصرہ فی دیباجۃ لفظہ و بضاعۃ شعرہ و حسن أسلوبہ ولہ کتاب الحماسۃ التی دلت علی غزارۃ فضلہ ولہ مجموع آخر سماہ فحول الشعراء ولہ کتاب الاختیارات قال العلماء أخرج من قبیلۃ طیّ ثلاثۃ کل واحد مجید فی بابہ حاتم الطائی فی جودہ و داؤد بن نصیر الطائی فی زھدہ و أبو تمام حبیب بن أوس الطائی فی شعرہ و کانت ولادۃ ابی تمام سنۃ ۱۹۰ھ او ۱۸۸ھ او ۱۷۲ھ و قیل سنۃ ۱۹۲ھ بجاسم وھی قریۃ من بلاد جیدور من أعمال دمشق و طبریۃ کان ابو تمام أسمر طویلاً فصیحاً حلو الکلام فیہ تمتمۃ یسیرۃ و توفی بالموصل سنۃ ۲۳۱ھ وقیل فی ذی القعدہ أو فی جمادی الاول ۲۲۸ھ او سنۃ ۲۲۹ھ وقیل فی المحرم سنۃ ۲۳۲ھ رحمہ اللہ تعالیٰ ___ قال البحتری وبنی علیہ أبو نھشل بن حمید الطوسی قبۃ قلت و رایت

قبره بالموصل خارج باب الميدان على حافة الخندق والعامة تقول هذا قبر تمام الشاعر وحكى لى الشيخ عفيف الدين ابو الحسن على بن عدلان الموصلى النحوى قال سألت شرف الدين ابا المحاسن محمد بن عنين عن معنى قوله . سقى الله روح الغوطيين ولا ارتوت، من الموصل الجدباء إلاقبورها ' لم حرمها وخص قبورها فقال لأجل أبى تمام ورثاه الحسن بن وهب بقوله :

فجمع القريض بخاتم الشعراء وغدير روضتها حبيب الطائى

ماتا معاً فتجاورا فى حفرة وكذاك كانا قبل فى الأحياء

وقيل قاله الجن فى مرثيته (۱)

طبقات الشعراء : إن الشعراء على أربع طبقات (۱) الجاهليون وهم الذين لم يدركوا عصر الإسلام فضلاً عن أن يسلموا كامرئ القيس وزهير و طرفة (۲) و مخضرمون وهم الذين ادركو الجاهلية والاسلام فاسلموا كحسان ولبيد (۳) والمتقدمون من اهل الاسلام كالفرزدق وجرر و ذى الرمة وهؤلاء كلهم يستشهد بكلامهم فى اللغة وأشعارهم (۴) و المحدثون من أهل الإسلام وهم الذين نشأ وابعد الصدر الأول من المسلمين كابى تمام وأبى الطيب والبحترى ولايستشهد بشعرهم. (۲)

---

(۱) مصنف دیوان الحماسۃ کے حالات: اس کا نام ونسب ابوتمام حبیب ولد اوس ولد حارث ولد قیس طائی ہے۔ اس کا باپ عیسائی تھا' یہ اپنے زمانہ میں حسن شعراور دیباچہ واسلوب میں یکتا تھا۔ اس کی کتاب حماسۃ اس کی فضیلت پر دال ہے۔ اس کے اشعار کا ایک دوسرا مجموعہ فحول الشعراء کے نام سے ہے۔ ایک دوسری کتاب اختیارات بھی ہے۔ علماء سے منقول ہے کہ قبیلۃ طے سے تین آدمی مرد کامل پیدا ہوئے ہیں جود وسخا میں حاتم طائی زہد وتقویٰ میں داؤد بن نصیر طائی اور شعر وشاعری میں ابوتمام حبیب بن اوس الطائی۔ اس کی پیدائش ۱۹۰ھ یا ۱۸۸ھ یا ۱۷۲ھ اور یا ایک قول کے مطابق ۱۹۲ھ میں جاسم نامی بستی جو جیدور کے علاقہ میں دمشق اور طبرویہ کے درمیان واقع ہے' میں ہوئی۔ ابوتمام اپنے کلام کے اعتبار سے میٹھے' فصیح اور طویل القامت شخصیت تھے۔ آپ نے ۲۳۱ھ میں موصل میں وفات پائی۔ بعض نے کہا ہے کہ ذیعقدہ یا جمادی الاول ۲۲۸ھ یا ۲۹۹ھ اور بعض کا قول ہے کہ محرم ۲۳۲ھ سن وتاریخ وفات ہے ___ بحتری کے قول کے مطابق ابونھشل بن حمید الطوسی نے اسکی قبر پر ایک قبہ تعمیر کروایا اور اس کی قبر موصل میں باب المید ان کے باہر خندق کے کنارے واقع ہے۔

(۲) شعراء کے طبقات: شعراء کو چار طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (۱) جاہلیت کے دور کے شعراء' جن کو الجاھلیون کہا جاتا ہے' یہ وہ ہیں جنہوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا' جیسے امراء القیس' زہیر اور طرفہ وغیرہ۔ (۲) المحضرمون یعنی وہ شعراء جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار کو پایا' اور اسلام قبول کیا۔ جیسے حضرت حسانؓ اور حضرت لبیدؓ۔ (۳) المتقدمون جو اسلام سے قبل گزرے ہیں جیسے فرزدق' جریرٌ ذی الرمۃ۔ یہ تینوں طبقات ایسے ہیں جن کے کلام سے لغت اور ادب شعر وشاعری میں استدلال کیا جاتا ہے۔ (۴) المحدثون یہ وہ اسلامی شعراء ہیں جو اسلام کے ابتدائی دور کے بعد گزرے ہیں۔ جیسے ابوتمام صاحب حماسہ' ابوطیب صاحب متنبی' ان کے اشعار سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

وجه تاليف الحماسة: قال التبريزى و كان سبب جمع أبى تمام الحماسة أنّه قصد عبدالله بن طاهر و هو بخراسان فمدحه بقصيدةً فعرضها على عبدالله و أخذته ألف دينار' وعاد من خراسان يريد العراق 'فلما دخل همدان اغتمنه أبوالوفاء بن سلمة فأنزله و أكرمه فاصبح ذات يوم وقد وقع الثلج قطع الطريق و منع السابلة فغم أبا تمام ذلک وسرأ باالوفا ء فقال له وطن نفسک على المقام فإن هذا الثلج لاينحر إلا بعد زمان وأحضره خزانة كتبه فطالعها وصنف خمسة كتب فى الشعر منها كتاب الحماسة و الوحشيات وهى قصائد طوال فبقى كتاب الحماسة فى خزائن آل سلمة يضنون به ولا يكادون يبرزونه لاحد حتى تغيرت احوالهم وورده همدان رجل من أهل دينور يعرف بأبى العواذل فظفر به وحمله الى اصبهان فاقبل أُدباؤها عليه و رفضوا ماعداه من الكتب المصنفة فى معناه فشهر فيهم ثم فى من يليهم.[1]

نادرة الحماسة:

قال أبوالعلاء اشتمل ماوضعه أبو تمام حبيب بن اوس الطائى من أجناس الشعرا الخمسة عشر على اثنى عشر جنسا وهى (۱)الطويل (۲)والمديد(۳) والبسيط (۴)والوافر (۵) والكامل (۶)والهزج (۷) والرجز(۸) والرمل (۹) والسريع (۱۰)والمنسرح (۱۱)والخفيف (۱۲) والمتقارب وفاته ثلاثة أجناس وهى المضارع والمقتضب والمجتث وفيه من الضروب الثلاثة والستين تسعة وعشرون ضرباً ومن القوافى الخمس أربع وهى (۱)المتدارک (۲) والمتراكب (۳) والمتواتر (۴) والمترادف وفاته المتكادس وفيه

[1] وجہ تالیف حماسہ: تبریزی نے حماسہ لکھنے کے سبب کے بارے میں بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ابوتمام خراسان میں عبداللہ بن طاہر کے ہاں حاضر ہوا' اور اس کی شان میں مدحیہ اشعار کہہ کر ایک ہزار اشرفیہ حاصل کیں اور پھر وہاں سے باارادہ عراق واپس ہوا۔ جب ہمدان پہنچا تو یہ ابوالوفاء بن سلمہ کے ہاں گیا جہاں اس نے اس کی بڑی مہمانداری اور اکرام کیا۔ ایک صبح جب یہ اٹھا تو برف اتنی کثرت سے پڑی تھی کہ راستے بند ہوگئے تھے اس صورتحال پر اس نے اپنے میزبان سے مشورہ کیا تو اس نے بتایا کہ برف اتنی جلدی ختم ہونے والی نہیں۔ یہیں پر ٹھہرے رہو۔ میزبان ابوالوفا نے اپنے ہاں موجود دواوین عرب کی کتابیں اس کو مطالعہ کے لئے پیش کیں۔ ابوتمام نے ان دواوین سے اشعار منتخب کر کے پانچ کتابیں تالیف کیں۔ جن میں ایک حماسہ اور ایک وحشیات نامی کتاب بھی تھی جس میں طویل قصائد تھے۔ دیوان حماسہ ایک عرصہ تک ال سلمہ کے پاس محفوظ رہا۔ یہاں تک کہ ان کے حالات دگرگوں ہوگئے تو اہل دینور میں سے ایک شخص ابوالعواذل نامی شخص ہمدان پہنچا جس کے ہاتھ یہ دیوان بھی لگ گیا۔ وہ اسے اصبہان لے آیا اور اسے وہاں کے بڑے بڑے شعراء اور ادیبوں کے سامنے پیش کیا' انہوں نے اس کی بڑی قدر افزائی کی اور اس کے علاوہ تمام ادبی ذخیروں کو پس پشت ڈال دیا۔

من الأوزان الشاذة ثلاثة[1]　　(۱۶ تا ۲۱ اگست)

شیخ احمد سرہندیؒ کے احوال: سید ابوالبرکات بدرالدین حضرت مولانا شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ ابن مولانا شیخ عبدالاحد صاحبؒ جو شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ شیخ المعقولات والمنقولات تھے۔ ولادت سے قبل آپ کو خواب میں بشارت ہوئی، ولادت ۱۴ رشوال ۹۷۱ھ شب جمعہ صبح صادق سے پیشتر ہوئی۔

نسب: آپ کا نسب ۲۸ واسطوں سے حضرت عمر فاروقؓ تک جا پہنچتا ہے۔ نسب کے حوالے سے ان کی یہ بات بطور استدلال پیش کی جاتی ہے۔ ''بے اختیار رگ فاروقیم درحرکت آمد'' مجددؒ نے تعلیم حفظ قرآن کے بعد اکثر کتب درسیہ والد ماجد سے اور کچھ علمائے شہر سے پڑھیں۔ حدیث میں شیخ یعقوب کشمیریؒ اور مولانا قاضی بہلول بدخشانیؒ سے معقولات میں مولانا کمال صاحب کشمیریؒ سے استفادہ کیا۔ طریقت میں والد صاحب استفادہ کرنے کے بعد شاہ سکندر نبیرہ شاہ کمال صاحب کیتھلی سے فیضیاب ہو کر خرقہ خلافت حاصل کی۔　　(۱۶ ردسمبر)

سفر حج کے حوالہ سے سید احمد شہید کے بعض احوال: بویع من سیدنا سید احمد شهید بن عرفان فی مکه حین ما کان ذهب الی الحج ودخل فی بیعته من اجلاء الحجاز واهل العلم والکمال والفضل والصلاح منهم شیخ محمد عمر مفتی بمکة المکرمة . کان شیخ العلماء واستاذ عبدالله السراج وسید عقیل و سید حمزه وشیخ مصطفیٰ امام مصلّی الحنفی وشیخ شمس الدین مصری واعظ بیت الله الحرام و شیخ محمد علی هدی المدرس بمکة المکرمة والمحدث عمر بن عبدالرسول والشیخ بخارا مدرس المدینة المنوره وخواجه الماس وهو اکبر اولیاء الله فی المسجد النبوی وبائع علی یدیه عالم الکبیر من البلغار واخلمنه نقل الصراط المستقیم وبائع من قوافل المغرب فیه وزیرهم محمّد ابن ادریس الذی حفظ البخاری مع القسطلانی ونقل المولانا عبدالحئ "الصراط المستقیم" من الاردو الی العربی بایماء السید ولضرورة اهل الحجاز و تشویقهم ونسخة موجودةً فی مکتبه نواب محمد علی خان مرحوم والی ٹونک و مکتبه نواب عبدالرحیم خان . وهھنا بحکم السیدؒ بدء المولانا عبدالحئ

---

(۱) ابوالعلاء نے کہا ہے: کہ ابوتمام نے شعر کے پندرہ اجناس میں سے بارہ اجناس اپنی کتاب.. میں ذکر کئے ہیں اور وہ یہ ہے بحر طویل. بحر مدید. بسیط. وافر. کامل. هزج. رجز. رمل. سریع. منسرح. خفیف. متقارب اور تین اجناس چھوڑ دیئے ہیں اور وہ یہ ہیں، بحر مضارع، مقتضب، مجتث اور اس نے اپنی کتاب میں ۶۳ ضروب میں سے ۲۹ ضروب پر مشتمل کیا ہے۔ اور پانچ قوافی میں سے چار کو ذکر کیا یعنی متکادس کو چھوڑ دیا ہے۔ جبکہ اس کی کتاب میں تین اوزان شاذ ہیں۔

تدريس المشكوة ومولانا اسماعيل شهيدؒ بحجة الله البالغة ويشاركون الناس فيه جماً كثيراً [1]

سبب وقوع الالفاظ المترادفة في العربي

قال باحث في اللغة لوقوع الالفاظ المترادفة سببان. احدهما ان يكون من واضعين وهو الاكثر بإن تضع احدى القبيلتين احد الاسمين والاخرى الاسم الاخر للمسمى الواحد من غيران تشعر احداهما بالاخرى ثم يشتهر الوضعان ويخفى الواضعان اويلتبس وضع احدهما بوضع الاخر وهذا مبنى على كون اللغات اصطلاحية. والثاني ان يكون من واضع وهو الاقل. وله فوائد منها ان تكثر الوسائل الى الاخبار عن خواطر النفس دقيقها اوجليلها وحركات الفكر كثيرها وقليلها . فانه ربمانسي احد اللفظين اوعسرعليه النطق به ومنها التوسع في سلوك طرق الفصاحة واساليب البلاغة في النظم والنثر. [2]

مترادفات المصائب والمحن: المصائب والنوائب والخطوب والرزايا والفجائع والنوازل والطوارق ولاحن والمحن والبلايا والبلوى والملمات.

مترادفات القحط والجدب: اجدبوا واستنوا وامحلوا واقحطوا واقمحوا واجحفوا وانفدوا.

مترادفات حوادث الدهر وصروفه : صروفة وخطوبه وطوارقه وملماته ونوبه ونوازله وبوائقه وكلب الزمان وحوائجه ونوائبه ونوباته وسطواته وعدواءه وتاراته واطواره وافاويقه وتداوله ومرارته ودوله وفجائعه' وافاته واياته ومحنه ومصائبه　　(یکم/دو ستمبر)

---

(1) سید احمد شہیدؒ سے مکہ مکرمہ میں حج کے دوران حجاز کے بڑے بڑے اہل علم و فضل و کمال نے بیعتیں کیں۔ جن میں شیخ محمد عمر مفتی مکہ مکرمہ شیخ عبداللہ سراج' سید عقیل' سید حمزہ' شیخ مصطفیٰ' امام مصلیٰ حنفی' شیخ شمس الدین مصری واعظ بیت اللہ' شیخ محمد علی ہندی مدرس مکہ مکرمہ اور مشہور محدث عمر ابن عبدالرسول' شیخ بخاری مدرس مدینہ منورہ' خواجہ الماس جو مسجد نبوی کے اولیاء اللہ میں سے تھے' بلغار کے ایک بڑے عالم اور مغربی قافلہ کے ایک بزرگ جو سلطان مغرب کے وزراء میں سے تھا اور صحیح البخاری مع قسطلانی ان کو حفظ تھیں جن کا نام محمد ابن ادریس تھا' شامل تھے۔ قیام مکہ میں مولانا عبدالحیؒ نے سید احمد شہیدؒ کے حکم پر عربوں کی ضرورت اور شوق و رغبت کی بناء پر ''الصراط المستقیم'' کا اردو سے عربی میں ترجمہ کیا' جس کے کئی نسخے نواب عبدالرحیم خان اور نواب محمد علی خان والیٔ ٹونک کے مکتبوں میں موجود ہیں۔

(2) باحث نے لغت میں الفاظ مترادفہ کے وقوع کے دو سبب بیان کئے ہیں۔ ا۔ واضعین کی وجہ سے جو کئی ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک قبیلہ نے کسی شئے کیلئے ایک نام رکھ دیا اور دوسرے نے اسی چیز کیلئے دوسرا نام رکھ دیا اور اس معاملہ میں یہ دونوں ایک دوسرے سے بے خبر تھے۔ اور پھر دونوں لغات مشہور ہوئے اور بنانے والے مخفی رہے۔ اور دوسرا سبب الفاظ مترادفہ کا یہ ہے کہ وضع کرنے والا تو ایک ہی تھا۔ لیکن اس نے ایک شئے کے لئے کئی نام رکھ دیئے اس لئے کہ بعض الفاظ پر نطق آسان تھا اور بعض پر مشکل تھا۔ بعض الفاظ فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے نظم و نثر میں صحیح معلوم ہوتے ہیں اور بعض نامناسب ہوتے ہیں۔ اس لئے ایک لفظ کیلئے کئی الفاظ سے یہ جھنجھٹ حل ہو جاتا ہے۔

متفرق معلومات

۱: پاکستان کا مجموعی رقبہ تین لاکھ مربع میل ہے ۲: اسلامی دنیا کی سب سے قدیم یونیورسٹی جامعہ ازہر قاہرہ میں ہے۔
۳: دنیا کی آبادی ۱۹۲۰ء کی مردم شماری کے بعد دو ارب سترہ کروڑ چالیس لاکھ تھی۔ (۱۷ر ستمبر)

سات دن تک قبر میں تکرارِ سوال: یکرر السوال للانام   فیما روو فی سبعة ایام [۱]

(کذا رواہ احمد بن حنبل فی الزھد عن طاؤس (فتح الغفور)   (۴ر دسمبر)

خلفائے اموی وعباسی: خلفائے اموی کے نام یہ ہیں۔ ۱۔حضرت معاویہؓ اول ۲۔یزیدؒ اول ۳۔معاویہؒ ثانی ۴۔مروانؒ اول ۵۔عبدالملکؒ ۶۔ولیدؒ اول ۷۔سلیمانؒ ۸۔عمر بن عبدالعزیزؒ ۹۔یزیدؒ ثانی ۱۰۔ہشامؒ ۱۱۔ولیدؒ ثانی ۱۲۔یزیدؒ ثالث ۱۳۔مروانؒ ثانی۔ خلفائے عباسی کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ابو جعفر المنصورؒ ۲۔مہدیؒ ۳۔ہارون الرشیدؒ ۴۔مامون الرشیدؒ ۵۔معتصم باللہؒ ۶۔واثق باللہؒ ۷۔المتوکل باللہؒ

حضرت زکریاؑ کے مختصر احوال: آپ حضرت یحییٰؑ کے والد اور حضرت مریم کے مربی جبکہ حضرت عیسیٰؑ کے معاصر تھے۔ نسب: حضرت زکریا بن ادن یا ابن تشبوی یا ابن لدن یا ابن برخیا آگے نسب حضرت داؤدؑ تک جاملتا ہے۔آپ اولوالعزم نبی اور بنی اسرائیل کے بڑے کاہن تھے جو ایک معزز مذہبی عہدہ تھا۔آپ کی زوجہ کا نام ایشا یا الیشع تھا جو حضرت ہارونؑ کی اولاد سے تھیں۔روزی کے لئے آپ نے نجاری کا پیشہ اختیار کیا تھا۔کفالت مریم کا قرعہ بھی آپ کے نام نکلا۔الیشع اور حنہ (حضرت مریمؑ کی والدہ) دونوں بہنیں تھیں۔آپکی اولاد نہیں تھی جب آپکی عمر ۹۰۔۹۲ یا ۱۲۰ سال ہوئی تو آپ نے بیٹے کیلئے دعا کی تو بفضل خدا حضرت یحییٰؑ پیدا ہوئے۔ (قصص القرآن جلد ۲)

صوبہ سرحد کا تعلیمی جائزہ بابت ۱۹۵۳ء: پرائمری سکولوں کی تعداد ۱۳۱۲۔مڈل سکول ۳۲۵۔ ہائی اسکول ۷۹ انٹرمیڈیٹ ۳۔ لڑکیوں کے لئے انٹرمیڈیٹ کالج ۱۔ ڈگری کالجز ۳۔امدادی ڈگری کالج (لڑکوں کیلئے) ۱۔ امدادی ڈگری کالج (لڑکیوں کیلئے) ۱۔ (بحوالہ شہباز اخبار از یحییٰ شاہ ڈائریکٹر محکمہ تعلیمات) ۵ر دسمبر

فرمودات شیخ الحدیث صاحب: سہو کی تعریف میں فرمایا: السھو ضد العمد فیشمل الخطأ والنسیان والسھو لغۃ الغفلۃ عن الشیٔ وذھاب القلب الی غیرہٖ۔ (۲) جس نے اللہ پر توکل اور پورا اعتماد کیا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ فضل وکرم کا معاملہ فرماتا ہے۔ ۱۲ر ستمبر

اصول علم کے معاون ذرائع: الا لاینال العلم الا بستۃ   سانبئک عن مجموعھا ببیان
ذکاء و حرص واصطبار وبلغۃ   وارشاد استاذ وطول زمان

(شرح تعلیم المتعلم ص ۱۰)

---

(۱) روایت کے مطابق مخلوقات سے قبر میں سوال وجواب سات دنوں تک مقرر کیا جاتا ہے

اقبالؒ کی قبر کی تختی پر کندہ عبارت: شاعر و فیلسوف شرق ڈاکٹر محمد اقبال که او به سعی و عمل روح اسلام را روشن ساخته وازیں رو مظهر قبول اعلیٰ حضرت محمد نادر شاه غازی و ملت افغان واقع شد در ۱۲۹۲ھ تولد و ۱۳۵۷ھ وفات یافت

نه افغانیم نه ترک وتتاریم چمن زادیم و از یک شاخساریم

تمیز رنگ و بو برما حرام است که ماپر ورده یک نوبهار یم (۲۴ر دسمبر)

شیخ ملائی کی شہادت: مخدوم الملک کے ہاتھوں کوڑے لگنے سے شیخ ملائی شہید ہوئے۔ کوڑے کی تیسری ضرب پر ان کی روح پرواز کرگئی۔ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر علامہ عبدالقادر بدایونی نے ''ذاکر اللہ'' اور ''سقاهم ربهم شراباً'' سے سن وفات ۹۵۷ھ نکالی۔ (۲۷ر دسمبر)

بہار آ گئی:

بہار آ گئی لیکن کہاں بہار ابھی جمال عارض گل پر نہیں نکھار ابھی

بجا کہ رات غلامی کی کٹ گئی آخر مگر ہوا نہیں خورشید جلوہ بار ابھی

سکون ہو گیا حاصل سکون پسندوں کو مگر ہے فطرت جمہور بیقرار ابھی

خدا کا شکر کہ آزاد وکامران ہے وطن مگر عوام کو ہونا ہے کارگار ابھی

یہی ہے پھر بھی دعائے عوام پاکستان مبارک اہل وطن کو قیام پاکستان

(نظم عبدالمجید سالک، بحوالہ ''انقلاب'' ۱۵ر اگست ۱۹۴۹ء)

امن:

امن کو قائم کرو اور امن ہو اپنا شعار اے جوانو! ہوشیار اے نوجوانوں ہوشیار

حق پرستی کے سوا آئے جو قوت سامنے قوت بازو سے اپنی روک دو اس کی پکار

(جوہر سہسپوری، بحوالہ ''الجمعیۃ آزادی نمبر'' ۱۴ر اگست ۱۹۴۹ء)

قسمت نے کیا اس لئے چنوائے تھے تنکے بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے

آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پر اڑنا منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں (۲۸-۲۹ نومبر)

اقوال زریں: ☆ اذكر مع كل نعمة زوالها ومع كل بلية كشفها فان ذلك ابقىٰ للنعمة واسلم من البطر واقرب من الفرج. ☆ الدنيا دار تجارة فالويل لمن تزود منها بالخسارة ☆من يخل قلبه من مخافة خالقه لايزال من اكثر خلائقه مرغوباً [1] (مجلة المسلمون، ص ۳۲۸) (۱۳ر نومبر)

---

(۱) ہر نعمت کے ساتھ اس کے زائل ہونے اور ہر مصیبت کے ساتھ اس کے ختم ہونے کا خیال رکھو۔ نعمت کے باقی رہنے اور سختی سے خلاصی وراحت کے قریب تر ہونے کے لئے یہ مفید ہے۔ ☆ دنیا تجارتی منڈی ہے، اس شخص کیلئے ہلاکت ہے جس نے اس میں نقصان کیا۔ ☆ جس نے اپنے خالق کے ڈر سے دل کو غیر اللہ سے خالی کردیا ہو وہ ہمیشہ مخلوق کا مقرب ہوتا ہے۔

تاریخی واقعات :

۴ ق۔م حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ہوئی۔ ۳۰ء حضرت عیسیٰؑ کا رفع سماوی۔ ۵۷۰ء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آفتاب رشد وہدایت کا طلوع۔ ۶۳۳ء آفتاب انسانیت ﷺ کی رحلت۔ ۷۱۱ء مسلمانوں کا ہند میں ورود مسعود۔ ۱۰۰۱ء مسلمانوں کا ہندوستان پر حملہ آور ہونا۔ ۱۲۰۶ء ہند پر خاندان غلامان کا اقتدار۔ ۱۴۹۲ء کولمبس نے امریکہ دریافت کیا۔ ۱۵۲۶ء بابر نے ہند میں مغلیہ خاندان کی بنیاد رکھی۔ ۱۶۰۰ء برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام۔ ۱۷۰۷ء اورنگزیب عالمگیر کی وفات۔ ۱۷۳۹ء ہند پر نادر شاہ کا حملہ۔ ۱۷۷۶ء امریکہ کی آزادی کا اعلان۔ ۱۷۷۹ء مرزا اسد اللہ خان غالب کی آگرہ میں ولادت۔ ۱۸۳۷ء ملکہ وکٹوریہ کی تخت نشینی۔ ۱۸۵۳ء ہند میں ریل گاڑی کا اجراء۔ ۱۸۵۷ء ہندوستان میں جنگ آزادی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی بربادی۔ ۱۸۵۸ء ہندوستان پر انگریز حکومت کا آغاز۔ ۱۸۶۹ء نہر سویز کھولی گئی۔ ۱۸۷۵ء سیالکوٹ میں علامہ اقبال کی پیدائش۔ ۱۸۷۶ء مسٹر جناح کی ولادت۔ ۱۸۸۵ء انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد۔ ۱۹۰۱ء وکٹوریہ کی وفات۔ ۱۹۱۰ء ایڈورڈ کی وفات اور جارج پنجم کی تخت نشینی۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم کا آغاز۔ ۱۹۱۸ء صلح نامہ اور جنگ کا خاتمہ۔ ۱۹۲۱ء شہزادہ ویلز کی ہندوستان آمد۔ ۱۹۳۹ء ہند کی آزادی کا مطالبہ اور کانگریس کا وزارتوں سے استعفیٰ۔ ۱۹۴۰ء مولانا آزاد کانگریس کے صدر منتخب ہوئے۔ اور مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ مسٹر چرچل برطانیہ کے وزیر اعظم منتخب۔ اٹلی کا اتحادی ممالک کے خلاف اعلان جنگ۔ ۱۹۴۱ء برطانیہ پر جنگی حملہ۔ اسٹالین سوویت یونین کے ڈکٹیٹر منتخب۔ قیصر جرمن کی وفات۔ جرمن کا روس پر حملہ۔ رضا شاہ پہلوی نے تخت چھوڑ دیا۔ اینگلو سوویت فوجیں ایران میں داخل ہوئیں۔ ۱۹۴۲ء ترکی کے وزیر اعظم ڈاکٹر رفیق سیدان کی وفات۔ ہند میں کانگریسی رہنماؤں کی گرفتاری۔ ماسکو میں چرچل اور اسٹالین ملاقات۔ ۱۹۴۳ء عصمت انونو دوبارہ صدر منتخب۔ ہند میں منی پور سڑک کی تعمیر۔ رضا شاہ پہلوی کی ایران میں وفات۔ ۱۹۴۵ء مصر کے وزیر اعظم احمد مہر پاشا کا گولی سے قتل۔ ڈاکٹر خان صاحب نے سرحد میں کانگریس وزارت بنائی۔ پریذیڈنٹ روز ولٹ کی وفات اور ہنری ٹرومین کا صدر منتخب ہونا۔ شملہ کانفرنس کا انعقاد۔ ۱۹۴۶ء کانگریس اور مسلم لیگ کو وائسرائے کا عارضی طور پر حکومت پیش کرنا۔ جواہر لعل نہرو ہند کے پہلے وزیر اعظم۔ لیاقت علی خان نے ہندوستانی وزیر خزانہ کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۹۴۷ء پنجاب اور خاص کر پنڈی میں فسادات۔ ہند کی تقسیم پاکستان اور انڈیا کا قیام۔ پنجاب اور بنگال کو تقسیم میں دو حصوں میں بانٹ دیا گیا۔ ۲۴ راگست: کانگریس وزارت کا خاتمہ اور خان عبدالقیوم خان کی وزارت کا قیام۔ ۱۹ رستمبر: جونا گڑھ کا پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان۔ ۲۱ رنومبر: شہزادی الزبتھ کی شادی۔ دسمبر کے شروع میں روڑی کے مقام پر ہندی فوجوں اور مجاہدین کی لڑائی۔ ۱۹۴۸ء گاندھی کو گھوڑے نامی شخص نے گولی سے مار کر ہلاک کر دیا۔ پاکستانی پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس ۲۷ رفروری۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جھوٹی شہادت اور لہو ولہب سے احتراز

نحمدهٗ و نصلی علیٰ رسوله الكريم اما بعد فاعوذ با الله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم والذين لا يشهدون الزر و اذا مرو ابا اللغو مرو اكراما (سورۃ فرقان)

ترجمہ (رب العزت مختلف مقامات پر صالح مومن کے اوصاف کے ضمن میں فرماتے ہیں) اور وہ فضول بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر (بلا قصد وارادہ) ان کا گزر ان فضول اور لایعنی مجالس کے قریب سے ہو تو سنجیدگی متانت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

وعن ابی هريره رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من حسن اسلام المرء ترک مالا یعنیه (رواہ الترمذی) ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کررہے ہیں آدمی کے اسلام کی خوبی اور حسن یہ ہے کہ وہ فضول اعمال اور اقوال کو ترک کردے۔

اللہ کی بے شمار نعمتوں کی قدر: محترم حضرات اللہ کے بے شمار انعامات میں عمر ایک ایسی عظیم نعمت ہے کہ اس نعمت کے ایک ایک لمحہ وسانس کی نہ کوئی بولی میں قیمت مقرر کرسکتا ہے نہ دنیا کے بڑے بڑے دولت کے انباروں سے خریدا جاسکتا ہے اس نعمت کو صحیح مصرف میں لگا کر اس کے بدلے جنت جیسی عظیم اور نہ ختم ہونے والی نعمت خریدی جاسکتی ہے۔ وہاں جو کچھ موجود ہے حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق نہ کبھی دنیا میں انسانی آنکھوں نے ان کا مشاہدہ کیا ہے اور نہ ان کانوں نے ان نعمتوں کے حسن و جمال کے بارہ میں سنا ہوگا اور نہ دل میں انکا خیال وتصور ممکن ہے۔ دنیا اور عمر کے قیمتی اوقات کو فضول اور بیہودہ باتوں میں ضائع کرنے والا جنت کے بے مثال اشیاء واکرامات کو دیکھ کر از راہِ حسرت کہے گا کاش مجھے دنیا میں واپس لوٹایا جائے کہ زندگی کے ایک ایک منٹ کو رب کے طاعت میں خرچ کر کے آخرت کے انعامات سے میں بھی لطف اندوز ہوسکوں۔ مگر یہ حسرت اور خواہش صرف آرزو ہی رہے گی۔ اب دوبارہ دنیا کو جانا محال و ناممکن ہے۔ یہ محرومی اور تباہی اس کا اپنا کیا دھرا ہے کہ اس نے دنیا جو دار العمل ہے اسکی ناپائیدار لذتوں کو اپنے شیطانی ہوس کی پیروی کرتے ہوئے اخروی انعامات جو غیر فانی ہیں پر ترجیح دی۔ عبادات کا اصل موقع تو جوانی ہے بڑھاپے میں تو پھر بتدریج اعضاء بیکار ہو کر جواب دینا شروع کردیتے ہیں۔ جوانی میں جو انسان شیطان کے جال میں پھنس کر کہتا

ہے جوانی تو دیوانگی، عیاشی اور خرمستی کا دور ہوتا ہے۔ جو کچھ خرافات اور گناہ کرنے ہیں اب صحیح وقت ہے۔ بڑھاپے میں سب گناہ چھوڑ کر اللہ ورسول کے احکامات پر کار بند ہو جاؤں گا۔ حالانکہ جن گناہوں کی عادت قوت وطاقت کے زمانے میں پڑ چکی ہے بڑھاپے میں عادات بد کا چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں۔ اور نہ جوانی کی دہلیز سے گزرنے کے بعد بدن کمزور ہو کر نیکیاں حاصل کرنے کی ہمت، طاقت اور قوت باقی رہتی ہے۔ کئی ساتھی تو قوت وصحت کا زمانہ گناہوں میں گزارنے کے ساتھ اس انتظار میں رہتے ہیں۔ کہ اس دور کے بعد جب بڑھاپے کا زمانہ آئے گا تو بہ کرلیں گے جبکہ اسکو یہ بھی معلوم نہیں کہ اسے جوانی کے بعد والی زندگی ملے گی بھی یا نہیں اگر مل بھی گئی تو کیا توبہ کرنے کی توفیق اسے نصیب ہو گی۔ کیونکہ دل سے توبہ کرنے کا ذوق وشوق بھی اللہ کی طرف سے ایک داعیہ اور مہمان کی حیثیت رکھتی ہے یہ ضروری نہیں کہ پھر بے ہمتی کے زمانہ میں یہ داعیہ اور شوق پہلے جیسا برقرار بھی رہے۔ آدمی اور اسکا دل بدلتا رہتا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جوانی میں جن گناہوں کا وسوسہ اور خیال تک نہیں آتا کبھی کبھی بڑھاپے میں ان معاصی کا تصور آنا شروع ہو جاتا ہے۔ شیطان تو ہمارا ایسا ازلی دشمن ہے کہ کبھی ہمارا پیچھا کرنے سے منع نہیں ہوتا۔ اللہ اور رسول کے تعلیمات کا بہترین دور ہمارے دلوں میں مختلف تاویلات کے ذریعہ لغو اور بیہودہ کاموں میں ضائع کر دیتا ہے۔ مثلاً اللہ غفور الرحیم ہے۔ عیش وعشرت کی زندگی گزار و اللہ آخر میں معاف کر دے گا۔ یا گناہ کے کاموں کو اس بندہ کے دل ودماغ میں ایسا حسین، فائدہ منداور نفع بخش بنا دیتا ہے کہ دل نہ چاہتے ہوئے بھی انسان گناہوں کے ارتکاب پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا قول: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ارشاد کے مطابق اللہ کی رحمت کے طمع اور بھروسہ پر توبہ نہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ اللہ کے رحمان اور رحیم اور مشفق اور مہربان ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اللہ کے ان صفات کو جان کر گناہوں کے کرنے پر پہلے سے بھی زیادہ جری اور دلیر ہو جائے بلکہ رحمت خداوندی ہم سے مطالبہ کر رہا ہے۔ کہ بے مقصد اور گناہوں کی زندگی گزارنے پر مایوسی کے دلدل میں پھنسنے کی بجائے توبہ کرنے والے مایوس ونا امید نہ ہوں۔ گناہوں کے بخشنے اور مہربانی فرمانا تو اس بات کا تقاضا کرتا ہے۔ کہ رب کائنات کی تابعداری اور اسکے احکامات کی تعمیل میں زیادہ سے زیادہ وقت خرچ کیا جائے۔ کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ گناہ کرنے والا اگر گناہ کو گناہ سمجھے تو ممکن ہے کہ ایسا وقت آئے کہ اپنے کئے پر پریشان ہو کر توبہ تائب ہو کر اللہ کو راضی کرلے لیکن بدقسمتی سے آج ہماری حالت ایسی ہوگئی کہ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ مجالس میں بیٹھ کر ایسے ایسے غیر شائستہ اور ناگفتہ بہ اقوال وافعال سے مجلس کو زینت بخشنے کی کوشش کرتے ہیں کہ الحفیظ والامان حضور ﷺ کے اس نصیحت سے ہم بالکل غافل ہو جاتے ہیں کہ بعض مواقع پر ایک مسلمان قول وفعل سے ایسا عمل یا بات صادر کر دیتا ہے جو اسکے کرنے والے کے نظر میں انتہائی معمولی ہوتا ہے مگر یہی بات یا عمل اسے جہنم کے اندھے کنویں میں پہنچا دیتا ہے اور بعض اوقات منہ سے ایسی بات یا اعضاء سے ایسا عمل کرتا ہے کہ اسکے نزدیک نہ کوئی اہمیت اور قدر وقیمت ہوتی ہے اللہ کے ہاں

قبولیت حاصل کر کے اسکے جنت میں داخلہ کا پروانہ بن جاتا ہے۔

زبان کے استعمال میں احتیاط: یہی وجہ ہے کہ شریعت محمدی ﷺ نے زبان کو کنٹرول کرنے پر زور دیا ہے۔اسی زبان سے انسان جھوٹی گواہی دینے کا عادی بن جاتا ہے یہی زبان انسان کو دوسرے مسلمان کی غیبت کر کے اسے اپنے مسلمان بھائی کا گوشت کھانے کا مصداق بنا دیتی ہے۔دوسرے مسلمان کو گالم گلوچ پر یہی زبان اسے آمادہ کر دیتی ہے اسکا نتیجہ کیا نکلتا ہے قتل وقتال کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ان تمام گناہوں کا نسخہ اکسیر حضور ﷺ نے بتایا۔**عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما قال قال رسول ﷺ من صمت نجا** (رورہ الترمذی)

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرو حضور ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو خاموش رہا وہ کامیاب ہوا۔

گویا دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی میں بڑا عمل دخل زبان کا ہے۔ہزاروں مصائب میں انسان اسی زبان کیوجہ سے گھر جاتا ہے اور بے مقصد باتوں کی بجائے چپ رہنے کو ترجیح دی تو زندگی بھی محفوظ ہوئی اور آخرت میں بھی سرخروئی سے مالا مال ہوگا۔جسم کے تمام اعضاء روزانہ زبان کے سامنے التجا کرتے ہیں کہ خدارا ہمیں مصائب میں مبتلا کرنے سے منع ہو جائیں ہمارا جن معاصی اور پریشانیوں سے سامنا ہوتا ہے اسکا سبب تم ہی ہو۔انبیاء کے سردار محمد ﷺ کا ارشاد ہے: **و عن ابی سعید رفعه قال اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلها تکفروّ للسان فتقول اتق الله فینا فانا نحن بک فان استقمت استقمنا و ان اعو ججت اعو ججنا** (رورہ الترمذی)

ترجمہ۔حضرت ابو سعید خدری حضور اکرم ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ نے فرمایا ابن آدم جب صبح کرتا ہے اعضاء زبان کے سامنے عاجزی سے کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ ہمارے (صلاح وفساد) کا دارو مدار تم پر ہے اگر تم سیدھی رہو ہم بھی سیدھے رہیں گے۔اگر تم ٹیڑھے یعنی غلط (راہ پر چلو) تو ہم بھی ٹیڑھے رہیں گے۔

اعضاء میں دل کو مرکزی حیثیت حاصل ہے: معزز ساتھیو! آپ کو معلوم ہے کہ اعضاء میں مرکزی حیثیت دل کو حاصل ہے۔دل میں جو تصور اور خیال آتا ہے انسان اسکا اظہار زبان کے ذریعہ کرتا ہے۔پھر اعضاء زبان کے احکامات کی تعمیل کرتی ہے۔اگر قلبی تصور حق وصداقت پر مبنی ہو تو زبان بھی ساتھ دیگر اعضاء بھی اسکے تابع رہیں گے۔اگر دل لایعنی، بے ہودہ تصورات وخیالات کا منبع ہو تو زبان بھی اسکی تابعداری پر مجبور ہو کر سارا انسانی بدن انکے راہ پر چلے گا۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ **ما النجاة فقال املک علیک لسانک و لیسعک بیتک و ابک علیٰ خطیئتک** (رورہ الترمذی)

ترجمہ: عقبہؓ نے آنحضرت کو عرض کیا (نجات کیسے حاصل ہوگا) آپ ﷺ نے فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔تمہارا گھر تمہارے لئے کافی ہو نیز اپنے گناہوں پر (اللہ کے سامنے گڑگڑا کر) روؤ تیرا گھر تیرے لئے کافی ہو کی وضاحت علماء نے یہ کی کہ بڑی مجلسوں اور بدکار لوگوں کے گھل ملنے کے بجائے بلاضرورت اپنے جائے سکونت سے باہر نہ نکلو ورنہ

تم بھی بدکاروں کے ساتھ ملنے بیٹھنے سے ان کے رنگ میں رنگے جاؤ گے۔ بدکار لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے محفوظ رہنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ تمہیں اپنے گناہوں کی مغفرت اور اللہ کے سامنے رونے اور حاجت روائی کیلئے دعوات کرنے کا موقع اطمینان وسکون سے ملے گا۔

<u>بُرے ساتھی کی صحبت سے اکیلے رہنا بہتر ہے:</u>　　اسی طرح ایک اور جگہ فرمان نبوی ہے:

عن عمر ان بن الحطان رحمه الله تعالیٰ قال لقیت اباذرؓ فو جد ته فی المسجد مختباً بکساء اسود و حده فقال یا اباذر ماهذه الوحدة فقال سمعت رسول الله ﷺ الوحدة خیر من جلیس السوء والجلیس الصالح خیر من الوحدة واملاء الخیر خیر من السکوت و السکوت خیر من املاء الشر (سورۃ البیقی)

ترجمہ۔ عمران بن حطان روایت کرتے ہیں کہ ابوذرؓ سے اس حالت میں ملا کہ وہ مسجد میں گوٹ لگائے اکیلے بیٹھے تھے میں نے ابوذر سے تنہائی کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواباً کہا میں نے سرکار دوعالم ﷺ سے سنا ہے کہ بُرے ساتھی کے ساتھ بیٹھنے سے اکیلے رہنا بہتر اور اچھے ساتھی کے ساتھ رفاقت کرنا اکیلے رہنے سے بہتر ہے اور کسی کو اچھی باتیں سنانا خاموشی سے بہتر ہے اور بری باتیں سنانے سے خاموشی بہتر ہے۔

بیسیوں احادیث وقرآنی آیات میں سختی سے زبان کے آفات اور ہلاکتوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ جو زبان مشین کی طرح چلتی ہے اور نہ برے بھلے کی تمیز کرتی ہے درانتی کی طرح خشک وتر کے امتیاز کے بغیر جو کچھ سامنے آتا ہے کاٹتی جارہی ہے اس زبان کا کوئی نگران نہیں اور ہر کسی کے عزت کو تار تار کرنا اسکی طبیعت ثانیہ بن کر یہ محاسبہ سے بالاتر ہے بلکہ رب کائنات کی تنبیہ ہے کہ ’’**ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید**‘‘ کہ انسان کے زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ایک نگران جو تیار بیٹھا ہوا ہے تحریر کر رہا ہے۔ روز قیامت منہ سے ہر نکلنے والے لفظ اور جملہ کا حساب پیش کرنا ہوگا۔ لاحاصل بولنے کی جگہ خاموش رہنے سے اس بندہ کو شیطان پر غالب آنے کی قوت سے اللہ نواز دیتے ہیں۔

<u>حضرت عمرؓ کا قول:</u>　امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ کا مقولہ ہے جو آدمی اپنی زبان کو قابو کرے اللہ تعالیٰ اسکی پردہ پوشی فرماتے ہیں۔ افسوس اگر پوری امت آنحضرت ﷺ کے ان بتائے ہوئے زرین اقوال پر عمل کر کے اپنے زبان کو ذرا احتیاط سے استعمال کرتے تو قتل وقتال کا جو میدان گرم رہتا ہے اور اس قسم کے خبروں کی میڈیا میں بھرمار ہوتی ہے ذلیل وخوار ہونے کی بجائے محفوظ زندگی گزار کر سکون وراحت سے دینوی کاموں کیساتھ رب العالمین کی اطاعت میں چند سالہ زندگی گزارتے۔

دنیا کے تمام اشیاء میں خیر وشر کے دونوں پہلو موجود ہیں۔ فطرتی طور پر نہ کوئی شی قابل مدح ہے اور نہ مذمت کے قابل

اسکے محمود اور مذموم ہونے کا دار و مدار استعمال پر ہے سخاوت ہی کو لیجئے اگر یہ عمل شریعت کے بتائے ہوئے حدود کے اندر رہتے ہوئے بروئے کار لایا جائے تو تعریف اور اگر اسلام کے اصولوں سے انحراف کر کے افراط وتفریط سے کام لیا جائے تو یہی بظاہر خوبصورت عمل سخا۔ اسی انسان کو شیطان کا بھائی بنا کر اسی کا ہم پیالہ ومشرب بنا دیتا ہے۔ یہ محمود عمل اسکے استعمال سے قابل مذمت بن گیا۔ آنکھیں جو اللہ کی انعامات میں سے بیش قیمت نعمت ہے اگر اسکے ذریعہ قرآنی آیات کو دیکھا جائے۔ علماء صلحاء کی دیدار کی جائے۔ محرمات کو دیکھنے میں استعمال سے بچا کر غض بصر یعنی آنکھیں نیچے رکھے، غیروں کی املاک کو للچائی نظروں سے دیکھ کر قبضہ کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ لھو ولعب اور بدکاری کے اسباب دیکھنے سے محفوظ رکھے تو آنکھیں خیر ہی خیر کا مجموعہ ہیں۔ اگر ان مذکورہ امور کے برعکس جگہوں میں آنکھوں کا استعمال ہو۔ تو یہی آنکھیں شر کی حیثیت سے قابل مذمت سمجھی جاتی ہیں۔ یہی حال دنیا میں اللہ کے تمام تخلیقات کا ہے۔ جن میں امتیازی حیثیت زبان کو حاصل ہے اگر ہم اسکی دیکھ بھال کریں۔ اللہ کے متعین کردہ اصول اور مرضیات میں استعمال کریں۔ یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ ہر عضو سے سرزد ہونے والے گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔ مگر زبان ایک ایسا آلہ تکلم ہے جیسے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ کئی دفعہ آدمی بے پروائی میں ایسے باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جو اس کیلئے سخت ترین عذاب کا سامنا کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ایسے مجالس میں داخل ہو جاتا ہے جہاں جھوٹ ہی جھوٹ کا دور دورہ، غیبت، غیر شرعی اور دوسروں کو بے عزت کرنے جیسے منصوبے کرنے کے پروگرام بن رہے ہوں۔ یہ بھی اسمیں شامل ہو کر انکے زبان میں اپنے زبان کو شامل کر لیتا ہے۔ اسکے دو گناہوں سے بھرے کلمات اسکو جہنم لے جا کر گرا دیتے ہیں۔

اور اگر یہی عظیم نعمت زبان ایک شخص سے دین سیکھنے، ذکر اللہ کرنے کسی مسلمان کے پریشانی میں اسے تسلی دینے، سچ بولنے، غیبت سے منع کرنے دین اور دین کے مسائل سکھانے، ظالم و بے دین حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنے اور ہزاروں دینی اعمال واحکام جن کا تعلق زبان سے ہے میں استعمال ہو تو گویا اس نے اپنے دین کی حفاظت کر کے دنیا وآخرت میں تباہی سے بچ گیا۔ یہی زبان انسان کو تباہی وھلاکت کے طرف پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق کا واقعہ۔ کبھی کبھی آپ کو حضور ﷺ کے یار غار اور انبیاء کے بعد روئے زمین پر سب سے افضل شخصیت وامیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا واقعہ سناتا ہوں کہ ایک دفعہ اپنے زبان کو منہ سے نکال کر ہاتھ سے مروڑ رہے تھے۔ لوگوں نے زبان کو اس سزا دینے کی وجہ پوچھی تو فرمایا "ان ھذا اوردنی الموارد" اسی زبان نے مجھے بڑی ہلاکتوں میں مبتلا کیا ہے۔ جسکی سزا اسے دے رہا ہوں۔

رب العالمین نے مسلمان کی خاصیت کہ جو فضول اور بے مقصد کام میں شامل نہیں ہوتے سورۃ مومنون میں اس انداز سے ذکر فرمایا "والذین ھم عن اللغو معرضون" کہ وہ لوگ بے کار اور فضول لایعنی باتوں سے اعراض کرتے ہیں یعنی ایسے افعال جو ضروری اور مفید نہ ہوں ان کو عبث اور بیکار کہا جاتا ہے احادیث مقدسہ میں انکو ترک

کرنے کی شدید تاکید کی گئی۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ایک بزرگ کا واقعہ اپنے وعظ میں ذکر فرمایا کہ کسی شخص کے دروازہ پر جا کر کھٹکھٹانے کے بعد اس کا نام لے کر آواز دی۔ اندر سے آواز آئی کہ فلاں موجود نہیں۔ پھر بزرگ نے سوال کیا کہ وہ کہاں گئے ہیں اندر سے آواز آئی کہ معلوم نہیں۔ اپنے اس دوسرے سوال پر کہ وہ کہاں گئے یہ بزرگ تیس برس روتے رہے کہ میں نے یہ بے مقصد اور بے کار سوال کیوں کیا

کم گو بزرگ: ایک دوسرے بزرگ اور ممتاز عالم دین مولانا فرید الدین صاحبؒ کے بارہ میں فرمایا کہ وہ حد درجہ کم گو تھے۔ جب تک انتہائی ضروری اور اہم ضرورت نہ ہوتی نگاہ بھی اوپر نہ اٹھاتے۔ کسی کے بات پوچھنے پر صرف منہ سے جواب دیتے نگاہ سائل کے طرف نہ اٹھاتے کہ بلا ضرورت نظر کو کیوں صرف کیا جائے۔ اس تمام بیان کی روشنی میں اگر ہم اپنے اعمال پر نظر دوڑائیں تو حسرت کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ قیمتی عمر کے اکثر لمحات کو ایسے لوگوں کے ساتھ گزارا اور اب بھی ضائع کر رہے ہیں جہاں جھوٹ، تہمت اور غیبت کے علاوہ مزہ ہی نہیں آتا۔ بلکہ اس زحمت کو اپنے لئے رحمت اور گناہ کو اپنے لئے سکون اور ثواب سمجھ بیٹھے ہیں کسی دوسرے مسلمان کے خلاف سنی سنائی بغیر ثبوت الزام اور تہمت کو بار بار ذکر کرنے اور سننے کیلئے بے چین رہ کر اسکو اور لوگوں تک پہنچانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں حالانکہ اس جدوجہد میں نہ دنیا کا نفع ہے اور نہ آخرت کا۔ بلکہ دنیا و آخرت دونوں میں زیاں ہی زیاں ہے۔

ایک اخلاقی اور اسلامی فریضہ: خوش قسمت وہ مسلمان ہے جو چند روزہ زندگی کو اللہ کی فرمانبرداری میں استعمال کرے اور اگر کبھی جھوٹے، غیبت کرنے اور تہمت لگانے والے سے ملنے یا بیٹھنے کا موقع ملے تو ان کے ہاں میں ہاں ملانے کی بجائے انکو ان اعمال بد سے روک کر اپنا اسلامی فریضہ ادا کرے اور پھر کوشش کریں کہ نہ جھوٹ بولیں اور نہ کسی کیلئے جھوٹی گواہی دیں نا جائز اور گناہ کے مجالس میں حاضر نہ ہوں۔ گناہ کرنے والوں کے محافل میں کثرت سے بیٹھنے والا اگر اس کی نیت ان کو راہ راست پر لانا نہ ہو ایک دن انکا رنگ اس پر بھی حاوی ہو جائیگا۔

مابعد الموت کیلئے تیاری: محترم دوستو ہمیں ایک ایک منٹ کو ضائع ہونے سے بچا کر ابدی زندگی یعنی موت کے بعد کیلئے نیک عمل کی صورت میں خرچ کرنے کی سعی کرنی ہے۔ ہماری کم علمی یا عدم غور وفکر کا نتیجہ ہے کہ اگر ہمارے ہاں کوئی چیز بے قیمت اور بے حقیقت ہے وہ وقت اور زندگی کے اوقات ہیں جسکو بیدردی سے لا حاصل اعمال گفتار و کردار میں گزار رہے ہیں۔

رب العزت ہم اور آپ سب کو جھوٹ، جھوٹی گواہی اور لا حاصل کاموں سے اپنی عمروں کو بچانے کی توفیق دے۔ (آمین)

(آخری قسط)

مولانا سعید الرحمٰن ندوی
ناظم،فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور، انڈیا

قرآن عظیم اور کائناتی زمینیں

زمینوں کی ایک خوفناک طبیعی حقیقت

یہ مقالہ مضمون نگار کی غیر مطبوعہ تصنیف ''قرآن عظیم کی آفاقیت اور اس کا فلسفہء کائنات: خارج از زمین زندگی، انسان کی حقیقت اور خود اپنی اصلیت پر جدید اعجازی قرآنی بصائر'' کا تیسرا باب ہے۔ اس کے پہلے دو ابواب چار قسطوں میں ''الحق'' کے جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء اور فروری ۲۰۰۹ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

اب غور کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ ﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ﴾ (کفار کو مسلسل خود ان کے اعمال کے عوض ایک کھڑکھڑانے والی آواز لاحق ہوتی جائے گی یا انکی بستی کے قرب وجوار ہی میں نازل ہوتی رہے گی) اور سابقہ ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ﴾ (کیا انہوں نے اپنے اوپر اڑنے والوں کو اس حال میں نہیں دیکھا کہ ان میں بہت سے اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہیں اور بہت سے انہیں سمیٹ بھی رہے ہیں؟) اور ﴿فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (سو وہ انکے مسکن ہیں جن کے بعد وہ کم ہی آباد ہوئے) جنکے ذریعے ہمیں اپنے پڑوس کی بکثرت زمینوں کے بھی مسلسل موت سے دوچار ہوتے رہنے کی حقیقت سے عبرت حاصل کرنے پر ابھارا گیا تھا معنوی طور پر آپس میں کتنی مماثلت رکھنے والے اور باہم ایک دوسرے کی کس قدر شرح وتفسیر کرنے والے ہیں۔ لہٰذا اس آواز والے عذاب کی نوعیت پر مزید گفتگو اگلے صفحات میں بھی کی جائیگی، جس سے ہماری جانب سے مراد لئے گئے موجودہ مفہوم میں مزید تاکید پیدا ہو جائیگی۔

جب اس کائنات میں عمومی قیامت کبریٰ کے وقوع سے قبل اس قدر قیامات صغریٰ واقع ہو چکی ہیں اور ابھی بہت ساری واقع ہونی باقی بھی ہیں تو اس وقت یہ عرض کر دینا بیجا نہ ہوگا کہ اس مجموعی قیامت، اس کی نوعیت اور اس کے وقوع پر خاطر خواہ بحث انشاء اللہ العزیز ہم اپنے ایک اور مضمون میں کریں گے۔ اب چونکہ زمینوں کی موت وحیات کی ساری بحث پانی کی فراہمی اور اس کی معدومی ہی کے اردگرد گھومنے والی ہے، اس لئے اس گفتگو کو ختم کرنے سے قبل خود ہمارا پانی ختم کر کے ہم پر بھی زمین کو عمومی طور پر بنجر کر دینے والا عذاب نازل کر دیئے جانے کی ایک اور صریح وعید کے

لئے حسب ذیل آیت کریمہ بھی ملاحظہ ہو:

۲۵ ﴿وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنّٰهُ فِي الْأَرْضِ، وَإِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾ (مؤمنون:۱۸)

ترجمہ: ہم نے ایک مخصوص مقدار میں آسمان سے پانی برسا کر اسے زمین میں ٹھہرایا ہے، اور ہم اسکے لے جانے پر بھی قادر ہیں۔

یہاں ﴿ذَهَابٌ﴾ (لے جانا) خبر دے رہا ہے کہ عذاب الٰہی کی صورت میں زمینی پانی کو بالکل نیست ونابود نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ اسے صرف یہاں سے کہیں اور منتقل کردیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ تعبیر سابقہ ﴿إِنْ أَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا﴾ (اگر تمہارا پانی زمین کے خوب اندر دھنس جائے) وعید کو ایک دیگر اسلوب میں بیان کرنے والی ہوجاتی ہے۔

جب پانی کا اس قدر گہرا ربط وتعلق زمینوں کی موت وحیات سے ہے تو سوال یہ رہ جاتا ہے کہ انکا پانی کس طرح ختم کردیا جاتا ہے، جو ان کی موت کا باعث بن جاتا ہو؟ لہٰذا ہم دوبارہ کتاب اللہ ہی کا رخ کرتے ہوئے اس سلسلے میں اس سے مزید رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے:

۲۶- ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوْا، لَا تَنْفُذُوْنَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ. فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ. يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ﴾ (رحمٰن:۳۳-۳۵)

ترجمہ: اے گروہ جن وانس اگر تم میں طاقت ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کے حدود سے نکل جاؤ تو نکل کر دیکھو، (مگر) تم ایک بڑی قوت کے بغیر نکل نہیں سکتے ہو۔ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (اگر ان کے حدود سے نکل بھی جاؤ تو) تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا، پھر تم بچ نہیں سکو گے۔

جیسا کہ ہم نے اپنے سابقہ مضمون میں نہایت مدلل طور پر ثابت کیا ہے، یہاں خطاب اخروی نوعیت کا نہیں بلکہ خالص دنیوی اور کائنات کی کل زمینوں میں بسی انسانی اور جناتی نسلوں کے تناظر میں ہو رہا ہے۔ واقعتاً یہ آیات شریفہ موجودہ خلائی دور سے گہرا تعلق رکھتے ہوئے ایک اہم فلکیاتی مظہر سے انتہائی اعجازی انداز میں پردہ اٹھانے والی ہیں۔ چنانچہ خلائے آسمانی میں سورج اور دیگر اجرام سماوی سے خارج ہونے والی قسم ہا قسم کی برقی مقناطیسی شعاعیں (electromagnetic radiations) جیسے گاما شعاعیں (gamma rays)، ایکسریز (X rays)، بالائے بنفشی شعاعیں (ultraviolet rays)، مرئی روشنی (visible light)، زیریں سرخ شعاعیں (infrared rays)، مائیکرو لہریں (microwaves) اور ریڈیائی لہریں (radio waves) ہر طرف پھیلی ہمہ وقت محو گردش رہتی ہیں۔ یہ شعاعیں حقیقتاً توانائی (engergy) کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں، جن کی بدولت ہی سرزمین پر زندگی کا وجود ہے۔ ان ساری شعاعوں میں سے ایک یعنی بالائے بنفشی شعاعیں ساری خلا میں اور حدود زمین کے اندر ایک مخصوص بلندی تک خود ہماری فضا میں بھی ہر طرف پھیل کر ساری زمین کو اپنے شکنجے میں لئے ہوئی ہیں اور انتہائی مہلک ثابت

ہوتی ہیں۔ اگر کسی جاندار کا راست طور پر سامنا ہوتا ہے اسے جلا کر خاکستر بھی کر دیتی ہیں۔ ہماری فضا میں موجود اوزنی کرہ (ozone layer) ان خطرناک شعاعوں کی تابکاری جذب کر کے انہیں راست طور پر سطح زمین تک پہنچنے سے روکے ہوئے ہے۔ اس طرح یہ کرہ روئے زمین پر نفس زندگی کے ظہور اور بقا کا ضامن ہے۔ چنانچہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں قرآن حکیم انہی برقی مقناطیسی شعاعوں کی تعبیر ﴿شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ (آگ کا شعلہ) اور ﴿نُحَاسٌ﴾ (دھواں) سے کر رہا ہے، جن کا معنوی انطباق حیرت انگیز طور پر بالترتیب بالائے بنفشی شعاعوں اور عموماً بقیہ ساری شعاعوں پر ہو رہا ہے۔ لہذا یہاں اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ ان تعبیرات کے ذریعے جن وانس کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ اگر تم بزور قوت آسمانوں اور زمینوں کے حدود سے نکل بھی جاؤ تو یہ مہلک شعاعیں تمہیں اپنی آغوش میں لے لیں گی، اور تم بچ نہیں سکو گے۔ چنانچہ ان شعاعوں سے حفاظت کی خاطر خلاباز خصوصی خلائی سوٹوں کا استعمال کرتے ہیں۔

اس وقت یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ یہ سارا بیان ہماری یہی ایک زمین نہیں بلکہ کائنات کی ساری ہی زمینوں کے بھی سیاق میں ہو رہا ہے، جس سے مستنبط ہوتا ہے کہ ان ساری زمینوں میں بھی اپنے اپنے متعلقہ سورجوں سے خارج ہونے والی برقی مقناطیسی شعاعوں اور ان سے حفاظت کی خاطر اوزنی منطقوں کا بھی انتظام وانصرام جامعیت کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے! اب قرآنی نقطۂ نظر سے برقی مقناطیسی شعاعوں کے خدوخال کی وضاحت اور اس ضمن میں اخذ کردہ ہمارے موجودہ مفہوم کی مزید تقویت کے لئے درج ذیل سات مختلف النوع بیانات بھی ملاحظہ ہوں:

۲۷- ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ، وَلَوْ لَآ أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآئَهُمُ الْعَذَابُ، وَلَيَأْتِيَنَّهُم بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ. يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ، وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ. يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (عنکبوت: ۵۳-۵۵)

ترجمہ: یہ آپ سے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں۔ اگر اس کا مقررہ وقت نہ ہوتا تو وہ ان پر ضرور آ ہی گیا ہوتا۔ البتہ وہ ان پر اس حال میں اچانک آئے گا کہ انہیں اس کی خبر تک نہیں ہوگی۔ کفار آپ سے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں حالانکہ جہنم یقینی طور پر انہیں گھیرے ہوئے ہے۔ اس دن انہیں عذاب اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے ڈھانک کر کہے گا کہ تم اپنے اعمال کا مزہ چکھو!

الفاظ قرآنی سے اور خصوصیت کے ساتھ کفار کے عذاب کی جلدی مچانے کی تصریح سے ظاہر ہے کہ ان آیات میں اسی دنیوی عذاب کا مربوط بیان ہو رہا ہے جو مستقبل میں ہم پر نازل ہونے والا ہے۔ ہمارے اس استدلال کی دوسری دلیل یہاں بیان کردہ عذاب ﴿يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ﴾ (اس دن عذاب انہیں ڈھانک لے گا) اور سابقہ ہماری زمین کو عمومی طور پر ڈھانک کر اسے بنجر کر دینے والے عذاب ﴿غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ﴾ (اللہ کا ڈھانکنے والا عذاب) کے درمیان کامل لفظی اور معنوی تطبیق وہم آہنگی بھی ہے۔ نیز اس سلسلے کی ایک اور نہایت مضبوط

دلیل یہاں ﴿وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ کے ذریعے مذکور جہنم کا ہمیں خود اسی دنیا میں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہونا ہے، جو کسی بھی قیمت پر حقیقت واقعہ نہیں ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس سے مترشح ہوتا ہے کہ پچھلے ارشاد باری میں جن وانس پر ان کے آسمانوں اور زمینوں کے حدود سے نکلنے کی صورت میں جن شعاعوں اور آگ کے شعلوں ﴿شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ کے چھوڑے جانے کا بیان تھا یہاں ٹھیک انہیں کو بطور کنایہ ایسی جہنم سے تعبیر کیا جارہا ہے جو ہمیں ہر جانب سے گھیرے ہوئے ہے، اور جو عذاب کے نازل ہونے کی صورت میں ہم پر اوپر اور نیچے ہر جانب سے چھوڑی جائے گی۔ یعنی ہم پر آگے نازل ہونے والا جہنم نما عذاب ہمیں نہایت قریبی مسافت سے گھیرے ہوئے ہے۔ واضح رہے کہ ان شعاعوں سے ہماری حفاظت کرنے والا اوزنی کرہ سطح زمین سے صرف پندرہ تا تیس کلومیٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ مہلک شعاعیں ہمیں چاروں جانب سے اس قدر نزدیکی سے گھیری ہوئی ہیں، جسکی تصویر کشی کتاب اللہ اس اچھوتے انداز میں کرتے ہوئے انہیں جہنم سے تعبیر کررہی ہے۔ نیز اس جہنم کا صرف کفار پر محیط ہونے کی موجودہ قرآنی تصریح سے منصوص طور پر یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ عذاب صرف اسی طبقے پر نازل ہوتا ہے، جب کہ مومنین ہر جگہ اس سے محفوظ ہی رہتے ہیں، جس سے اس ضمن میں اخذ کردہ ہمارے سابقہ کلیے پر ایک اور دلیل فراہم ہوجاتی ہے۔

۲۸- ﴿وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهُ، أَلَا يَوْمَ يَأْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (ہود:۸)

ترجمہ: اگر ہم عذاب کو ایک مدت تک ان سے ملتوی رکھیں گے تو یہ ضرور کہیں گے کہ کس نے اسے روک رکھا ہے؟ سن لو جس دن وہ ان پر آئیگا تو اسے ان سے پھیرا نہیں جائیگا، اور انہیں وہی چیز گھیرے ہوئے ہے جسکا وہ مذاق اڑارہے ہیں

غور کیا جاسکتا ہے کہ کفار کی جانب سے جلدی مچائے جانے والے عذاب الٰہی کو اگر پچھلے ارشاد میں ﴿وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِيْنَ﴾ کے ذریعے بطور کنایہ ایک ایسی جہنم سے تعبیر کیا گیا تھا جو انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے تو اب اس کا مزاق اڑانے والوں کو ٹھیک اسی قسم کی لفظی تعبیر کا استعمال حقیقی طور پر کرتے ہوئے ﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِئُوْنَ﴾ (انہیں وہی چیز گھیرے ہوئے ہے جس کا وہ مذاق اڑارہے ہیں) کہا جارہا ہے، جس سے ایک اور مرتبہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جہنم سے مراد اپنی ماہیت میں خود اسی سے مشابہت رکھنے والا دنیوی عذاب ہی ہے۔ اس طرح سابقہ ارشاد کے تحت اخذ کردہ ہمارا مفہوم مزید قوت واستحکام حاصل کرجاتا ہے۔

۲۹- ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ. بَلْ تَأْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ. وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ. قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ، بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (انبیاء:۳۸-۴۲)

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ کاش ان کفار کو اس وقت کا علم ہوتا جب وہ آگ کو نہ اپنے آگے سے روک سکیں گے اور نہ ہی اپنے پیچھے سے، اور نہ ان کی مدد ہی کی جائیگی۔ بلکہ وہ ان پر اچانک آئیگی اور انہیں بدحواس کردیگی، پھر وہ اسے ہٹانے پر قادر نہیں ہوسکیں گے اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائیگی اور آپ سے قبل بھی رسولوں کا مزاق اڑایا گیا تھا، سو جنہوں نے اُن سے جس کا مزاق اڑایا تھا اسی نے انہیں آگھیرا۔ کہہ دیجئے کہ رات اور دن میں رحمٰن (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت کون کرتا ہے بلکہ وہ اپنے رب کی یاددہانی سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

ان میں سے پہلی آیت ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟) سے ظاہر ہے کہ ایک اور مرتبہ یہاں بھی ہم پر آگے نازل ہونے والا عذاب ہی موضوع بحث ہے۔ فی الواقع یہ ساری ہی آیات باہمی طور پر نہایت ربط و انضباط کے ساتھ اس متوقع عذاب کی تصویر کشی کائناتی تناظر میں کررہی ہیں۔ چنانچہ عنکبوت: ۵۳-۵۵ میں اپنے ماقبل رحمٰن: ۳۳-۳۵ میں مذکور جس آگ ﴿شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ کو بطور کنایہ جہنم سے تعبیر کرتے ہوئے اسے کفار پر اوپر اور نیچے سے مسلط کئے جانے کا بیان تھا یہاں اس کے خدوخال کو مزید واضح کرتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ اسے ان پر ان کے آگے اور پیچھے سے بھی چھوڑا جائے گا۔ نیز اس عذاب کو اگر سابقہ ارشاد کے تحت ﴿لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ﴾ (اسے ان سے پھیرا نہیں جائے گا) کہا گیا تھا تو ٹھیک یہی حقیقت اب ﴿فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا﴾ (وہ اسے ہٹانے پر قادر نہیں ہوسکیں گے) کے ذریعے بیان کی جارہی ہے۔ پھر ﴿قُلْ مَنْ يَكْلَؤُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَٰنِ﴾ (کہہ دیجئے کہ رات اور دن میں رحمٰن کے عذاب سے تمہاری حفاظت کون کرتا ہے) کے ذریعے اسی جہنم سے حفاظت کی حقیقت کو ظاہر کیا جارہا ہے کہ وہ اس قدر نزدیکی سے گھیرے ہونے کے باوجود نہایت رحم دل خدائے رحمٰن ہی ہمیں اس سے بچائے ہوئے ہے۔

نیز ہم پر نازل ہونے والے اس عذاب کے مربوط بیان کے عین درمیان بطور جملہ معترضہ ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ (اور آپ سے قبل بھی رسولوں کا مزاق اڑایا گیا تھا، سو جنہوں نے اُن سے جس کا مزاق اڑایا تھا اسی نے انہیں آپکڑا) کے ذریعے ہمیں یہ بھی باور کرایا جارہا ہے کہ ہم پر نازل ہوکر ہمیں آگ سے جلا کر ختم کردئے جانے والا یہ عذاب اس کائنات کا یا خود اسی زمین کا کوئی نادرالوجود واقعہ نہیں ہوگا بلکہ اس سے قبل بھی بے شمار انسانی نسلیں اس زمین پر بھی اور کائنات کی دیگر زمینوں پر بھی اس کے ذریعے جل بھن کر ختم ہوچکی ہیں۔ اس وقت ملحوظ رہے کہ پچھلے ارشاد کے تحت اس عذاب کے ہمیں گھیرے ہوئے ہونے پر دلالت کرنے کیلئے ﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ کہا گیا تھا تو اب ٹھیک اسی طرح کی تعبیر ﴿فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ کے ذریعے یہ خبر دی جارہی ہے کہ اسکا وقوع پہلے بھی ہوچکا ہے۔ نیز اس وقت یہ بھی واضح رہے کہ سابق میں اسی سورۂ انبیاء کی آیات نمبر ۱۱-۱۷ میں کائنات کی مختلف

زمینوں میں مقیم لاتعداد نسلوں کی ہلاکت کیلئے بھی انہیں جلا کر ختم کر دئے جانے ﴿جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ﴾ (ہم نے انہیں جڑ سے اکھاڑ دیا اور وہ جل بجھ کر رہ گئے) کا بیان ہو چکا ہے۔ مزید برآں سابقہ لیس: ۳۱-۳۳ کو ان کے متصل سیاق کی آیات کیساتھ دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ خود ہماری زمین کی سابقہ زندگیوں سے تعلق رکھنے والی متعدد نسلوں کو بھی اسی آگ سے جلا کر ختم کیا گیا تھا:

۳۰- ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ. اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ. يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ، مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (یٰسین: ۲۸-۳۰)

ترجمہ: ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نازل نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں اس کی کوئی ضرورت تھی۔ وہ تو صرف ایک آواز تھی اور وہ دفعتہً جل بجھ کر رہ گئے۔ بہت افسوس ہے بندوں پر کہ ان کے پاس ایسا کوئی رسول نہیں آیا جس کا انہوں نے مذاق نہ اڑایا ہو!

یہ آیات اسی سورہ لیس کی آیت نمبر ۱۳ میں مذکور اس ﴿اَلْقَرْيَةُ﴾ کی ہلاکت کی تصویر کشی کر رہی ہیں جس کے باشندے پے در پے انبیاء کی تکذیب کر چکے تھے اور جنہیں ایک آواز کے ذریعے جلا کر ختم کر دیا گیا تھا۔ پھر اگلی آیات میں اس طرح کی دیگر نسلوں کو ہلاک کرنے کے بعد ان ہلاکتوں کی ایک واضح نشانی زمین کی مردہ حالتیں قرار دی گئی ہیں۔ اس سے کائناتی پس منظر میں ﴿قَرْيَةٌ﴾ بمعنی ''زمین'' مراد لئے گئے ہمارے سابقہ مفہوم کو مزید تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ یہاں ﴿اَلْقَرْيَةُ﴾ کا استعمال معرفہ کے طور پر ہوا ہے اس لئے بطور معہود ذہنی اس سے ہماری زمین ہی مراد ہو سکتی ہے۔ نیز ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ﴾ (ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نازل نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں اس کی کوئی ضرورت تھی) ہمارے لئے ایک اور بصیرت کا بھی حامل ہے کہ عذاب آسمان میں کہیں بلند جگہ سے نہیں آتا ہے بلکہ وہ عین وہی ہے جو نہایت قریب سے ہمیں گھیرے ہوئے ہے۔ اسی طرح حسب ذیل آیت میں نہایت واضح الفاظ میں اور منصوص طور پر اعلان کیا جا رہا ہے کہ خود ہماری موجودہ نسل کو بھی ایک آواز کے عذاب ہی کے ذریعے ختم کر دیا جائے گا، جس سے اوپر ﴿قَارِعَةٌ﴾ (کھڑکھڑانے والی آواز) سے مراد لیا گیا ہمارا مفہوم مضبوط تر ہو جاتا ہے:

۳۱- ﴿وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ (ص: ۱۵)

ترجمہ: بس یہ ایک چیخ ہی کے منتظر ہیں جس میں دم لینے کی بھی گنجائش نہیں ہوگی۔

چنانچہ اب غور کیا جا سکتا ہے کہ مستقبل میں ہم پر نازل ہونے والا ہو بہو اتنے سارے اوصاف و خصائص میں مشترک عذاب کیا ہماری محافظ و مہربان اوزونی پرت (ozone layer) پھاڑ کر زمینی انواع حیات کو جلا کر راکھ

کر دینے والی بالائے بنفشی شعاعوں (ultraviolet rays) کے علاوہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے؟ واضح رہے کہ ہم پر نازل ہونے والے عذاب کی مذکورہ بالا خصوصیات جیسے اس کا ہمیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہونا، آسمان میں کسی بلند مقام کے بجائے نہایت قربت سے نازل ہونے والا ہونا، جہنم کا نمونہ ہونا، خدائے رحمٰن کا اسے اب تک ہم سے روکے ہوئے ہونا، سطح زمین تک رسائی کی صورت میں یہاں کے سطحی سیال پانی کو زیر زمین خوب اندر کی جانب دھنسا کر سارے انواع حیات کو جلا کر راکھ کر دینے والا ہونا وغیرہ وغیرہ ٹھیک وہی خصوصیات ہیں جو ان بالائے بنفشی شعاعوں کی ہیں۔ چنانچہ اس قدر متنوع الاقسام دلائل وشواہد کے باوجود اس باب میں اگر اب بھی شک وتردد کی کوئی گنجائش باقی ہو تو اس کے بھی ازالے کیلئے مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں، جو انشاء اللہ العزیز نہایت فیصلہ کن ثابت ہوں گی:

۲۲- ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ. يَغْشَى النَّاسَ، هٰذَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ (دخان:۱۰-۱۱)

ترجمہ: آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان لوگوں کو ڈھانک لینے والا ایک مخصوص دھواں لے آئے گا۔ یہ ایک دردناک عذاب ہوگا۔

یاد رہے کہ رحمٰن: ۳۳-۳۵ کے تحت برقی مقناطیسی شعاعوں کو دو انواع میں منقسم کرتے ہوئے پہلی نوع کو ایک مخصوص قسم کی تباہ کن شعاعیں ﴿شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ (آگ کا شعلہ) اور دوسری کو بقیہ عام قسم کی شعاعیں ﴿نُحَاسٌ﴾ (دھواں) قرار دیا گیا تھا۔ اب یہاں الفاظ قرآنی سے پوری طرح عیاں ہے کہ پہلی نوع کی انہی مخصوص شعاعوں کو ﴿دُخَانٌ مُّبِيْنٌ﴾ (مخصوص دھواں) کہا جا رہا ہے۔ پھر اس دھویں کی ایک اور صفت ﴿يَغْشَى النَّاسَ﴾ (لوگوں ڈھانک لینے والا) کے ذریعے اس مفہوم کو مزید مضبوط و مستحکم کیا جا رہا ہے کہ یہ وہی عذاب ہے جس کی وعید پہلے ﴿غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ﴾ (اللہ کا ڈھانک لینے والا عذاب) کے ذریعے، اور جس کی تفصیل بعد میں ﴿يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ﴾ (عذاب انہیں اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لے گا) کے ذریعے کرتے ہوئے اسے جہنم سے تعبیر کیا گیا تھا۔ اگرچہ ان آیات کے شان نزول کے تعلق سے بہت سارے اقوال مروی ہیں، جن میں سے بیشتر مجازی تاویلات ہی پر مبنی ہیں، اور جن پر خود بعض متقدم مفسرین ہی نے زبردست نقد بھی کیا ہے۔ جب کہ ہمارا اخذ کردہ مفہوم پورے کا پورا وہی ہے جو الفاظ قرآنی سے حقیقی طور پر نکلتا ہے، اور جو اس تعلق سے اب تک بیان کردہ سابقہ سارے ارشادات ربانی کو "القرآن یفسر بعضہ بعضا" (قرآن کا بعض حصہ بعض دوسرے حصے کی تفسیر کرتا ہے) کے تحت ایک ہی لڑی میں پرونے والا اور ان کی بخوبی تلخیص کرنے والا بھی ہے۔ اور خود مریخ کی موجودہ حالت زار بھی چیخ چیخ کر گواہی دے رہی ہے کہ اس کی یہ ساری کیفیت انہی تباہ کن شعاعوں کی مرہون منت ہے۔

اب ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ اوپر مذکور ﴿قَارِعَةٌ﴾ کی تشریح وتوجیہ پچھلے چھ بیانات الٰہی میں کس معنی خیزی

سے ﴿شُـوَاظٌ مِنْ نَارٍ﴾، ﴿جَهَنَّمُ﴾، ﴿عَذَابٌ﴾، ﴿نَارٌ﴾ اور ﴿صَيْحَةٌ﴾ کے ذریعے کی گئی ہے۔ چنانچہ ان بیانات کے ملاحظہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ جب سورج کی بالائے بنفشی شعاعیں (ultraviolet rays) اوزونی پرت پھاڑ دیتی ہیں تو وہ ایک آواز کے ساتھ سطح زمین پر پہنچ کر تباہی پھیلاتی ہیں۔ اس سے ساری ہی زمینی انواع حیات جل بھن کر ختم ہو جائیں گی، پانی کا سالمہ مفرد عناصر (ہیڈروجن اور آکسیجن) کی شکل میں بکھر جائے گا اور سطحی پانی معدوم ہو کر زمین بنجر ہو جائے گی۔ جب سطحی پانی معدوم ہو جائے گا یا زیر زمین دھنس جائے گا تو اس کے نتیجے میں کرۂ ہوا (atmosphere) بھی کیمیائی عمل (chemical reaction) کے ذریعے رفتہ رفتہ تبدیل ہوتے ہوئے بالکل ناپید ہو جائے گا۔ اور اس دوران سطح زمین بھی مختلف ارضیاتی (geological) یعنی آتش فشانی (volcanic) اور ساختمانی (tectonic) تبدیلیوں کے باعث اس طرح مسطح اور چٹیل میدان ہو جائے گی کہ گویا وہ کل آبادی نہیں تھی:
﴿حَصِيْدًا كَأَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ﴾ (ایسی صاف کہ گویا وہ کل آبادی نہیں تھی)۔ اب ہمارے نظام شمسی کے مریخ وغیرہ سیاروں کی موجودہ زبوں حالی پر ایک اور مرتبہ غور کیا جاسکتا ہے کہ کیا وہ ان قرآنی تصریحات سے کسی بھی طرح مختلف ہیں؟ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ آج ہمیں جس عذاب سے ڈرایا اور دھمکایا جا رہا ہے وہ سابق ہی میں ان زمینوں پر اور کائنات کی لاتعداد زمینوں پر بھی بعینہ نازل ہو چکا ہے!

قرآن مجید کے مطابق صرف یہی نہیں کہ مستقبل میں ہم پر نازل ہونے والا عذاب یہی بالائے بنفشی شعاعوں والا ہوگا، بلکہ حالیہ ادوار میں اس زمین پر اس متوقع عذاب کا ایک ابتدائی نمونہ بھی متشکل ہو چکا ہے۔ چنانچہ آج فضا میں موجود ہماری محافظ اوزون پرت کی کثافت براعظم انٹارٹکا کے اوپر خطرناک حد تک ہلکی ہو کر ایک وسیع سوراخ کی شکل اختیار کر چکی ہے، جسے ozone hole کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے یہ بالائے بنفشی شعاعیں راست طور پر سطح زمین تک پہنچ کر اس پورے قطعے کو بنجر بنا چکی ہیں، اور اب وہاں زندگی کا کوئی نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔ چنانچہ سائنس داں یا خلاء باز جب بھی وہاں کسی مہم پر روانہ ہوتے ہیں تو ان مہلک شعاعوں سے حفاظت کی خاطر ان تمام اوزار ولوازمات سے آراستہ وپیراستہ ہو کر نکلتے ہیں جو خلا میں یا مریخ وغیرہ زمینوں پر پہنچنے کے لئے ناگزیر ہوں۔ لہٰذا کتاب الٰہی حسب ذیل آیات میں اس ابتدائی طور پر تشکیل پارہے عذاب الٰہی کی نہایت جامع تصویر کشی اس طرح کرتی ہے، جس سے ہمارا موجودہ استدلال مضبوط سے مضبوط تر ہو جاتا ہے:

۲۳ - ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ. قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ. وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ﴾ (نمل: ۷۱-۷۳)

ترجمہ: یہ پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدۂ (عذاب) کب پورا ہونے والا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ تم جس کی جلدی مچا رہے ہو عجب نہیں کہ اس کا کچھ حصہ تمہاری پیٹھ پیچھے آ ہی چکا ہو۔ بے شک آپ کا رب (اس سے حفاظت فرما

کر) لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے، لیکن اکثر لوگ اس کا شکر بجا نہیں لاتے ہیں۔

ملحوظ رہے کہ سابق میں بھی دو اور مواقع سے منکرین کی جانب سے عذاب کی مانگ ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ (یہ پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدۂ عذاب کب پورا ہونے والا ہے؟) کے جواب میں ایک جگہ ﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَن يَأْتِيكُم بِمَاءٍ مَّعِينٍ﴾ کے ذریعے ہماری زمین کا پانی ختم کردیئے جانے کی وعید پیش کی گئی تھی، جب کہ ایک مقام پر ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَن وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَن ظُهُورِهِمْ﴾ کے ذریعے ہمیں ہر طرف سے آگ کے ذریعے جلا دیئے جانے کے ذریعے انتباہ کیا گیا تھا۔ اور اب یہاں ٹھیک اسی سوال کے جواب میں باری تعالیٰ کا یہ کہنا کہ یہ عذاب ہماری پیٹھ پیچھے آ ہی چکا ہے اس کا صریح ترین مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ انسانوں کو جلا کر راکھ کردینے اور زمین کا پانی ختم کردینے والا یہ عذاب بالائے بنفشی شعاعوں والا ہی ہوسکتا ہے، جو کچھ عرصہ قبل حقیقتاً ہماری پیٹھ پیچھے ہی انٹارٹکا کی فضا میں بنے اوزنی سوراخ کے ذریعے سطح زمین تک رسائی حاصل کر کے وہاں زبردست تباہی پھیلا بھی چکا ہے!

ہمارا پانی ختم کر کے زمین بنجر کردیئے جانے اور اس کے نتیجے میں زمینی زندگی کے عمومی خاتمے کی دیگر مزید صورتیں بھی ہوسکتی ہیں۔ ان میں سب سے اہم زمین سے سیارچوں (asteroids) اور دم دار تاروں (comets) کا وقتاً فوقتاً تصادم ہے، جو حقیقی خطرات کا حامل بھی ہے۔ ماضی بعید ہی میں زمین ایسے بہت سارے تصادمات سے دوچار بھی ہو چکی ہے۔ سائنس کے پاس ساڑھے چھ کروڑ سال قبل واقع ہونے والے اس طرح کے ایک تصادم کے کافی علمی و استدلالی دلائل وشواہد اکٹھا ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اس وقت پندرہ کلومیٹر قطر والا غالباً ایک دم دار تارہ میکسیکو کے ایک مقام پر ٹکرا کر زمین میں دو سو کلومیٹر چوڑا گڑھا بنا چکا ہے۔ اس تصادم کے نتیجے میں عالمی طور پر برپا ہونے والی ماحولیاتی تبدیلیوں کے باعث سطح زمین کی تقریباً ساری ہی انواع حیات نیست ونابود ہوگئی تھیں۔ موجودہ فلکیات کی رو سے اوسطاً ہر دس کروڑ سال کے عرصے میں ایک مرتبہ اس طرح کے زمین پر عمومی تباہی پھیلانے والے تصادمات پیش آتے رہتے ہیں۔ حالیہ تاریخ میں ۱۹۹۴ء میں مشتری پر واقع ہونے والا تصادم بھی کافی بصیرت انگیز ہے۔ اس تصادم میں حصہ لینے والے دم دار تارے شیومیکر-لیوی ۹ (Shoemaker-Levy 9) کے متعدد اجزاء نے، جن میں کسی کا بھی قطر ایک کلومیٹر سے زائد نہیں تھا، وہاں جس پیمانے پر تباہی برپا کی تھی اگر وہ تصادم زمین سے ہوتا تو وہ ہمارے لئے کسی عمومی عذاب سے کم نہ ہوتا۔ بالفرض اگر کوئی دو سو کلومیٹر چوڑا سیارچہ یا دم دار تارہ زمین سے ٹکرا جائے تو ایک تخمینے کے مطابق اس تصادم سے اسقدر توانائی خارج ہوگی کہ جائے تصادم کے اطراف واکناف کا قشر ارض (crust) پگھل کر بخارات کی شکل اختیار کرلے گا اور وقتی طور زمین کا عمومی درجۂ حرارت ایک ہزار ڈگری سینٹی گریڈ ہوجائے گا۔ اور اس خوفناک گرم اور سرخ چادر کے باعث آن کی آن میں ہمارے سمندر بھاپ بن کر اڑ جائیں گے اور ساری انواع حیات تباہ ہو کر زمین بنجر

ہو جائیگی: ﴿حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ﴾ (جب وہ آگ کو نہ اپنے آگے سے روک سکیں گے اور نہ ہی اپنے پیچھے سے)۔ واضح رہے کہ ہمارے بیرونی نظام شمسی (outer solar system) میں تقریباً دس کھرب چھوٹے بڑے دم دار تارے موجود ہیں اور وقتاً فوقتاً اندرونی نظام شمسی (planetary system) کا دورہ کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مریخ اور مشتری کے درمیان سیارچوں کا ایک بیلٹ (asteroid belt) بھی ہے، جس میں لاکھوں سیارچے محو گردش رہتے ہیں، اور ان کی کچھ مخصوص انواع بھی راستہ بھٹک کر زمین اور پڑوس کے دیگر سیاروں کے مداروں میں داخل ہوتی رہتی ہیں۔ زمین پر اب تک مختلف چوڑائیوں کے تقریباً ڈیڑھ سو تصادم بردار گڑھے (impact craters) دریافت ہو چکے ہیں۔ قرآن حسب ذیل آیت میں اس پورے طبیعی مظہر کی تصویر کشی ایک نہایت مہیب اور خوفناک اسلوب میں کرتے ہوئے انہیں آسمانی ٹکڑوں سے اس طرح تعبیر کرتا ہے:

۲۴- ﴿أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، إِنْ نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ، إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ﴾ (سبا:۹)

ترجمہ: کیا انہوں نے اپنے آگے پیچھے آسمانوں اور زمینوں کو نہیں دیکھا ہے، ہم اگر چاہیں تو انہیں بھی زمین میں دھنسا سکتے ہیں یا ان پر کچھ آسمانی ٹکڑے گرا بھی سکتے ہیں۔ یقیناً رجوع کرنے والے ہر بندے کے لئے اس میں ایک بڑی دلیل ہے۔

﴿كِسَفٌ﴾ "كِسْفَةٌ" کی جمع ہے، جس کے معنے کسی بھی چیز کے ٹکڑے کے آتے ہیں۔ لہٰذا ﴿كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ﴾ کے معنے "آسمانی ٹکڑے" ہوئے، جن کا معنوی انطباق کلی طور پر دم دار تاروں، سیارچوں، شہب ثاقب (meteorites) وغیرہ نظام شمسی کے ملبے (solar system debris) پر بخوبی ہوتا ہے، جنہیں گرا کر یا کفار کو زیر زمین دھنسا کر ان پر عذاب نازل کرنے کی وعید یہاں پیش کی جارہی ہے۔ نیز موجودہ زمین والوں کو اس ممکنہ عذاب سے متنبہ کرتے ہوئے ﴿أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ (کیا انہوں نے اپنے آگے پیچھے آسمانوں اور زمینوں کو نہیں دیکھا ہے) کے ذریعے ان کی توجہ ایک اور حقیقت کی جانب مبذول کرائی جارہی ہے کہ یہ ان بے شمار زمینوں سے عبرت حاصل کریں جو آسمانوں میں ان کے آگے اور پیچھے واقع ہیں اور اس طرح کے عذابوں کے ذریعے تباہ و برباد ہو کر مردہ بھی ہو چکی ہیں! چنانچہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ سابق میں ﴿كِفَاتٌ﴾ اور ﴿طَيْرٌ﴾ کے مجازی استعمالات سے مراد لئے گئے ہمارے مفہوم کو یہ آیت کریمہ بھی کس قدر تقویت واستحکام پہنچا رہی ہے۔

OOO

جناب حافظ سید عزیز الرحمٰن *

اسلامی کیلنڈر کی ضرورت و اہمیت

محرام الحرام سے تقویم اسلامی کا آغاز کیوں؟

ہجری تقویم اسلام کی چند اہم خصوصیات میں سے ایک ہے' اس کا شمار شعائرِ اسلام میں بھی ہوتا ہے' یہ تقویم ہد نبوی ﷺ کے اہم واقعے کی جانب منسوب ہے' جسے مورخین اور اہل سیر ہجرت مدینہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ہجرتِ مدینہ:

ہجرت مدینہ' غزوات اور فدائیت کی تاریخ کا ایک اہم سنگِ میل ہے' سرفروشی اور جاں نثاری کی نہ جانے کسی قدر قیمتی داستانیں اس واقعے سے مربوط ہیں' قسام ازل نے ہجرت مدینہ کو ان گنت شرف عطا فرمائے ہیں' یہ شرف بھی ازل سے اسی کی قسمت میں لکھا تھا کہ آئندہ لیل و نہار کی گردشوں کا شمار بھی اسی سے ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کی مکہ مکرمہ سے ہجرت اور مکے سے مسلمانوں کی انتقالِ آبادی اگرچہ ظاہری طور پر قریش مکہ کی ایذا رسانیوں کے سبب سے تھی' مگر درحقیقت خالقِ کائنات نے اپنے پسندیدہ دین' دین اسلام کی عظمت و شوکت اور سیادت کا سکہ بٹھانے اور اسکی ضیاء پاش کرنوں سے سارے عالم کو منور کرنے کے لئے جو وقت متعین کیا تھا' اس کا آغاز اسی ہجرت مدینہ سے ہوا۔

ہجرت مدینہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام اپنی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک مکمل سیاسی نظام بھی رکھتا ہے جو اسلامی ریاست و سلطنت کی بنیاد ہے' نیز اس کی تعلیمات دیگر مذاہب اور دنیا میں مروج نظاموں کی طرح محض تخلیاتی یا کاغذی و کتابی نہیں بلکہ ہر طرح سے قابل قبول' قابل عمل اور لایق نفاذ ہے۔

جبکہ ہجرت سے قبل مسلمان مکے میں کمزور حالت میں تھے' انہیں نہ مذہبی آزادی حاصل تھی نہ ان کے پاس سیاسی اقتدار موجود تھا اور نہ ہی معاشی اعتبار سے ان کو بے فکری' اطمینان اور سکون حاصل تھا' ہر طرح کا اختیار اور مکمل اقتدار دشمنوں اور مخالفین کے پاس تھا' تمدن اور معاشرت کے لوازم سے بھی مکہ کے مسلمان محروم تھے اس لئے یہاں رہ کر وہ اسلام کے سیاسی و معاشرتی نظام کی تشکیل کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اس کے برعکس مدینہ منورہ میں خالقِ کائنات نے ایسے اسباب بہم کر دیئے تھے جو اس کام کے لئے ضروری اور مناسب تھے' مدینہ منورہ میں جو لوگ

---

* نائب مدیر ششماہی السیرہ عالمی' کراچی

ابتداء میں مسلمان ہوئے وہ ان قبائل سے تعلق رکھتے تھے جن کے پاس اس ریاست کی زمام کار پہلے ہی سے موجود تھی اوران پر کسی دوسرے کا کوئی تسلط نہ تھا' اس لئے ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کو مکمل انداز میں یہ موقع ملا کہ وہ ایک نئے معاشرے کی تشکیل دیں جس کی بنیاد خالص اسلامی اصولوں پر استوار ہو اور جو زندگی کے تمام مراحل میں دور جاہلیت سے یکسر مختلف اور ہر لحاظ سے منفرد و ممتاز ہو اور اس عالم گیر دعوت کا نمائندہ ہو جس کی خاطر مسلمان گزشتہ ۱۳رسال سے مخالفین اسلام اور دشمنان دین کی مختلف الجہت اور مختلف النوع سازشیں' مصیبتیں اور مشقیں برداشت کرتے چلے آرہے تھے' یہ تھا تقویم اسلامی کے ہجرت مدینہ سے آغاز کا تاریخی پس منظر' اگر دیکھا جائے تو اسلامی تقویم کے آغاز کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی اور مناسب واقعہ یا موقع ہو ہی نہیں سکتا۔

تقویم اسلامی کی اہمیت:

تقویم اسلامی کے معاملے کا فیصلہ حضرت عمرؓ نے کافی غور وخوض اور دیگر صحابہ کرامؓ سے طویل مشورے کے بعد کیا تھا' مہتم بالشان معاملات میں حضرت عمرؓ کا یہی طریقہ کار ہوتا ہے۔ تقویم دراصل کسی قوم کی شناخت اور تعارف کا ٹائٹل ہوتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

''قومی زندگی کے مقدمات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے جو قوم اپنا سنہ نہیں رکھتی وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی' قوم کا سن اس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے۔ یہ اس کی قومی زندگی کی روایات قائم رکھتا اور صفحہ عالم پر اس کے اقبال وعروج کا عنوان ثبت کردیتا ہے' یہ قومی زندگی کے ظہور وعروج کی ایک جاری وقائم یادگار ہے۔ ہر طرح کی یادگاریں مٹ سکتی ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی' کیونکہ سورج کے طلوع وغروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے' اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے''(۱)

عربوں میں تقویم کا رواج:

عربوں میں چوں کہ لکھنے پڑھنے کا زیادہ رواج نہ تھا' اس لئے تقویم اور ماہ وسال کے حساب کا بھی کوئی خاص طریقہ مقرر نہ تھا' نہ ان کا کوئی خاص سن تھا' اس لئے اگر کوئی بات بیان کرنی ہوتی تو کسی اہم واقعے سے ماہ وسال کا حساب کرلیا کرتے تھے' چنانچہ ابن الجوزی عامر الشعبی کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جب روئے زمین پر آدمؑ کی اولاد کی تعداد زیادہ ہوگئی اور وہ اطراف واکناف میں پھیل گئے تو انہوں نے ہبوط آدمؑ سے تاریخ شمار کی' یہ سلسلہ طوفان نوح تک جاری رہا' وہاں سے نار خلیل تک تاریخ کا حساب کرتے رہے' پھر یوسفؑ کے واقعے سے تاریخ کا حساب کیا گیا' وہاں سے حساب بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے واقعے سے تاریخ شمار ہوئی' پھر حضرت عیسیٰؑ کے زمانے کو بنیاد بنایا گیا۔(۲)

واقدی کا قول یہ ہے کہ تاریخ کا شمار پہلے حضرت آدمؑ سے طوفان نوح تک تھا' پھر نار خلیل تک' وہاں سے بنو

اسماعیل نے تعمیر کعبہ سے تاریخ شمار کی‘ وہاں سے معد بن عدنان کے زمانے تک‘ پھر وہاں سے کعب بن لوی کے عہد تک اور وہاں سے عام الفیل تک تاریخ شمار کی گئی (۳)

نیز حمیر والے اپنے بادشاہ تبع کے عہد سے تاریخ کا حساب کرتے تھے‘ غسان والے سدِ مآرب کے پھٹنے سے اور صنعا والے یمن پر حبشیوں کی فتح اور بعد ازاں ایرانیوں کے غلبے سے‘ بعد میں عرب اپنی لڑائیوں سے حساب تاریخ رکھا کرتے تھے‘ مثلاً بسوس‘ داحس اور غبرا کی لڑائی سے اور ذی قار اور حرب فجار جیسے معرکوں سے (۴)

اسلام آجانے کے بعد بھی مسلمانوں کا یہی طرز عمل قائم رہا اور اب سورتوں کے نزول کی نسبت سے واقعات یاد رکھے جانے لگے‘ ہجرت کے بعد جن منکرین سے قتال کی اجازت ملی اور سورۂ حج نازل ہوئی تو کچھ عرصے تک یہ واقعہ بطور سن استعمال ہوا‘ پھر جب سورۂ براۃ کا نزول ہوا تو سنہ براءۃ چل پڑا‘ آخر میں سنۃ الوداع مشہور ہوا‘ جو حجۃ الوداع کے بعد رائج ہوا (۵)

یہ بھی کہا گیا کہ سنِ ہجرت کے آغاز سے قبل لوگ ہر سال کو اس واقعے کا نام دیتے تھے جو اس میں وقوع پذیر ہوتا تھا اور اسی سے تاریخ بتاتے تھے‘ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ میں قیام کا پہلا سال مکہ سے ہجرت کی اجازت کا سال کہلاتا تھا‘ دوسرا سال جنگ کے اذن کا اور تیسرا التمحیص (آزمائش) کا۔ (۶)

یہی وجہ ہے کہ اس دور کی تاریخیں گڈمڈ ہیں اور انبیائے کرام اور دیگر تاریخی واقعات کے بارے میں بڑا اختلاف تاریخ پایا جاتا ہے۔

اسلامی تقویم کی ضرورت:

اسلامی تقویم کی ضرورت کب‘ کیسے اور کیوں پیش آئی؟ اس کے متعلق کئی روایات ملتی ہیں‘ جن کا تذکرہ ذیل میں علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت: حاکم نے ’’اکلیل‘‘ میں ابن شہاب زہری سے روایت نقل کی ہے‘ وہ کہتے ہیں:

لما قدم النبی ﷺ المدینۃ امر بالتاریخ فکتب فی ربیع الاول (۷) جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے تاریخ لکھنے کا حکم فرمایا‘ سو ربیع الاول سے اس کا آغاز ہوا۔

یہی روایت ابو جعفر بن نحاس نے اپنی کتاب صناعۃ الکتاب میں بھی ذکر کی ہے (۸) اور قلقشندی نے بھی ابن شہاب زہری ہی سے یہ روایت نقل کی ہے (۹) لیکن حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو معضل قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ مشہور قول اس کے خلاف ہے (۱۰) لیکن اس کے برعکس یہی روایت یعقوب بن سفیان نے ان الفاظ سے نقل کی ہے۔

التاریخ من یوم قدم النبی ﷺ المدینۃ مهاجراً. (۱۱) اسلامی تاریخ کا آغاز اس روز سے ہوا جب حضور ﷺ ہجرت فرماتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔

ابن عساکر نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے اور زیادہ صحیح بات بھی یہی ہے کہ تقویمِ اسلامی کا آغاز حضرت عمر بن الخطابؓ کے حکم اور صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے ہوا۔ (۱۲) البتہ آغاز کے لئے ہجرت مدینہ کے اہم واقعے کو بنیاد بنایا گیا جیسا کہ تفصیل آگے آئے گی۔

دوسری روایت:

دوسری روایت ابوطاہر بن محمش الزیادی نے ''تاریخ الشروط'' میں ذکر کی ہے اور اسے علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی نقل کیا ہے' روایت یہ ہے:

ان رسول اللہ ﷺ ارخ بالھجرة حین کتب الکتاب لنصاری نجران و امر علیاان یکتب فیه حین کتب عنه (۱۲)

رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے اسلامی تاریخ کا ہجرت مدینہ سے آغاز کیا' جب آپ نے نجران کے نصاریٰ کو خط ارسال کیا اور حضرت علیؓ کو اس خط پر تاریخ ڈالنے کا حکم دیا۔

تیسری روایت:

امام احمد نے سندِ صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے:

اول من ارخ التاریخ یعلی بن امیه حیث کان بالیمن (۱۴)

''سب سے پہلے ہجری تاریخ کا آغاز یعلی بن امیہ نے کیا' جب وہ یمن میں تھے۔''

چوتھی روایت:

اس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جب وہ یمن کے گورنر تھے' اپنے ایک خط میں حضرت عمرؓ کی توجہ اس جانب مبذول کرائی تھی' خط کی عبارت یہ تھی:

انه تاتینا منک کتب لیس لها تاریخ (۱۵)

ہمارے پاس آپ کے جو خطوط آتے ہیں ان پر کوئی تاریخ درج نہیں ہوتی۔

پانچویں روایت: رفع لعمر صک محله شعبان' فقال ای شعبان ' الماضی' اولذی نحن فیه' او الآتی ؟ ضعوا الناس' یعرفونه من التاریخ (۱۶)

حضرت عمرؓ کے سامنے ایک چیک لایا گیا' اس پر شعبان تحریر تھا' حضرت عمرؓ نے فرمایا' کون سا شعبان؟ جو گزر گیا ہے' جو جاری ہے یا جو آنے والا ہے؟ لوگوں کی سہولت کے لئے کوئی نظام طے کرو' تاکہ وہ تاریخ کا صحیح علم رکھیں۔

یہ روایت احمد بن حنبل اور ابوعروبہ نے الاوائل میں' بخاری نے الادب المفرد میں اور حاکم نے بھی میمون بن مہران سے نقل کی ہے (۱۷)

چھٹی روایت: اس سلسلے کی ایک روایت ابن ابی خثیمہ کی ابن سیرینؒ سے ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص یمن

سے آیا' اس نے بتایا کہ میں نے ایک چیز دیکھی ہے' جسے تاریخ کہا جاتا ہے' اس میں یوں لکھتے ہیں ''من عام کذا وبشہر کذا'' یعنی فلاں سال اور فلاں مہینہ' حضرت عمرؓ نے اسے پسند فرمایا اور اسلامی تقویم' تقویم ہجری کا آغاز فرمادیا۔ (۱۸)

اس روایت کو ابوداؤد طیالسی نے بھی نقل کیا ہے۔ (۱۹) اور سخاوی کے ہاں بھی یہ روایت موجود ہے۔

روایات پر ایک نظر:

آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان روایتوں پر جن میں کسی قدر اختلاف اور تضاد پایا جاتا ہے سند ومتن اور درایت کے اعتبار سے ایک نظر ڈالتے چلیں تاکہ درست نتائج تک پہنچنا ہمارے لئے آسان ہوسکے۔

۱۔ پہلی روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضور اکرمﷺ نے آغاز تاریخ کا حکم دیا اور ربیع الاول سے آغاز ہوا' لیکن اس روایت کو معضل قرار دیا گیا ہے۔ نیز یہی روایت اس کے برعکس یعقوب بن سفیان نے ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ اسلامی تاریخ کا آغاز وقعہ ہجرت سے ہوا' ان الفاظ سے بھی اس روایت کا مفہوم وضاحت اور متعین اور تعارض ختم ہوجاتا ہے' اس کے علاوہ ابن حجرؒ اور سخاویؒ وغیرہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ مشہور اور محفوظ روایت یہ ہے کہ تاریخ کا آغاز حضرت عمرؓ کے زمانے سے ہوا۔ (۲۱)

۲۔ دوسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ اہل نجران کو آنحضورﷺ نے جو خط تحریر کیا تھا' اس میں حضرت علیؓ کو تاریخ تحریر کرنے کا حکم دیا تھا' مگر یہ بات بھی غور طلب ہے کیونکہ اہل نجران کے نام آپﷺ کے خطوط جن کتب میں تحریر ہیں ان میں کہیں بھی تاریخ کا ذکر نہیں ہے' تمام بغیر تاریخ کے ہیں (۲۲) نیز آپﷺ کے چھ خطوط مبارکہ دستیاب ہوگئے ہیں' جن کا عکس متعدد کتب میں شائع ہوچکے ہیں (۲۳) یہ تمام خطوط ۵ رہجری کے بعد کے تحریر کردہ ہیں۔ ان میں بھی کسی میں تاریخ موجود نہیں ہے' اس بارے میں تفصیلی بحث مضمون کے آخر میں آئے گی۔

۳۔ تیسری روایت امام احمد کی ہے' اس میں یعلی بن امیہ کے بارے میں ذکر ہے کہ انہوں نے یمن میں تاریخ اسلامی کا آغاز کیا تھا' اگرچہ یہ روایت سند صحیح کے ساتھ روایت کی گئی ہے مگر اس میں عمرو بن دینار اور یعلی بن امیہ کے مابعد انقطاع ہے۔

۴۔ چوتھی' پانچویں اور چھٹی روایات معنا قریب تر ہیں۔ ان میں زیادہ فرق نہیں ہے' یہ عین ممکن ہے کہ یہ تمام اسباب اس موقع پر جمع ہوگئے ہیں' واللہ علم۔

حضرت عمرؓ نے کب تاریخ کا آغاز کیا:

اسلامی تاریخ کے آغاز کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کے مشورے کے بارے میں تین اقوال مذکور ہیں۔ ۱۶ رہجری' ۱۷ رہجری' ۱۸ ہجری (۲۴) جبکہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے ''الفاروق'' میں ۲۱ رہجری کا قول نقل کیا ہے (۲۵)' ابوموسیٰ اشعری اور ابن سیرینؒ سے ۱۷ رہجری کا قول نقل کیا گیا ہے (۲۶) اور محمد بن اسحاق نے زہری اور شعبی سے بھی

۱۷ھجری کا ہی قول نقل کیا ہے(۲۷)۔ ابن عساکر نے حضرت سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے کہ بارِ خلافت سنبھالنے کے ڈھائی برس کے بعد محرم کو حضرت عمرؓ نے اس کا فیصلہ کیا(۲۸) اس اعتبار سے بھی ۱۶ھجری ہی بنتا ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا آغاز ۱۳ھجری' جمادی الآخر میں ہوا تھا(۲۹) یعقوبی نے بھی ۱۶ھجری کا قول اختیار کیا ہے' وہ ۱۶ھجری کے واقعات میں لکھتا ہے:۔

''اسی زمانے (۱۶ھجری) میں حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ ضبط کتابت کے لئے ایک تاریخ قرار دے دی جائے' پہلے انہیں خیال ہوا کہ آنحضرتﷺ کی ولادت سے شروع کریں' پھر خیال کیا کہ آپﷺ کی بعثت مبارکہ سے ابتداء کی جائے' لیکن حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ ہجرت سے آغاز کیا جائے' سو حضرت عمرؓ نے ان کا مشورہ قبول کرتے ہوئے ہجرتِ نبویؐ سے اسلامی تقویم کے آغاز کا فیصلہ فرمادیا''(۳۰)

نیز ابن سعد کا بیان ہے:

''حضرت عمرؓ وہ پہلے شخص ہیں' جنہوں نے ربیع الاول ۱۶ھجری سے اسلامی تقویم کا آغاز کیا' چنانچہ تاریخ لکھنے کے سلسلے کا آغاز انہوں نے نبی کریمﷺ کے مکہ سے ہجرت فرمانے کے واقعے سے کیا''(۳۱)

ان تمام روایات کے تتبع سے بھی یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور میں ۱۶ھجری میں اسلامی ہجری تقویم کا آغاز ہوا' واللہ اعلم۔

حضرت عمرؓ کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے حسب عادت صحابہ کرام کو جمع کر کے اس میں ان کا مشورہ چاہا' مختلف باتیں سامنے آئیں' جس کی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے' مشورے میں ہرمزان کو بھی طلب کیا گیا' وہ ایرانی شہنشاہ کی جانب سے خوزستان کے گورنر تھے اور مسلمان ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں مقیم تھے' حضرت عمرؓ ان سے بھی اہم معاملات میں مشورے کرتے تھے' ہرمزان نے بتایا کہ ہمارے ہاں ایک حساب موجود ہے جسے ماہ روز کہتے ہیں۔ اسی کو عربی میں مورخہ بنالیا گیا اور تاریخ کو اس کا مصدر قرار دیا گیا لیکن بعض دوسرے حضرات کے خیال میں جن میں اہل لغت کی ایک بڑی جماعت شامل ہے' یہ لفظ عربی الاصل ہے اور ''الارخ'' سے مشتق ہے جو نیل گائے کے نر بچے کو کہا جاتا ہے' اس کی جمع آراخ اور اراخ آتی ہے' ابو منصور جوالیقی کے بقول الارخ وقت کو کہتے ہیں اور التاریخ توقیت کو(۳۲)

بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ ہجرت مدینہ سے اسلامی تقویم کا آغاز کیا جائے' اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ کس کی رائے سے ہجرت کے آغاز تقویم کا فیصلہ ہوا؟ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی لکھتے ہیں کہ جن امکانی صورتوں پر اتفاق ہوا اور جن سے آغاز تقویم ہو سکتی تھی وہ چار تھیں۔

۱۔ آپﷺ کی ولادت باسعادت سے' ۲۔ بعثت مبارکہ سے' ۳۔ ہجرت سے' ۴۔ وفات سے'

ان میں سے ولادت اور بعثت کے وقت کے بارے میں اس قدر اختلاف تھا کہ ان کا سال متعین نہیں ہوسکتا تھا' اس لئے انہیں چھوڑ دیا گیا' وفات سے اس لئے آغاز تقویم نہیں کیا گیا کہ وہ واقعہ رنج والم اور افسوس وصدمے کا باعث تھا' اب صرف ہجرتِ مدینہ باقی رہ گئی' چنانچہ اسی سے آغاز کر دیا گیا۔ (۳۳)

اور حاکم نے سعید بن المسیب سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ تاریخ کا آغاز کس واقعے سے کیا جائے تو حضرت علیؓ نے فرمایا:۔

من یوم هاجر النبی ﷺ و ترک ارض الشرک ''اس روز سے آغاز کریں جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی اور سرزمین شرک (مکہ مکرمہ) کو چھوڑا تھا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہ تجویز قبول کر لی (۳۴) ابن عساکر نے بھی سعید بن المسیب سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ (۳۵) اور مقریزی نے بھی حضرت سعید بن المسیب سے یہی ذکر کیا ہے' وہ لکھتا ہے:۔

''حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ کس روز سے اسلامی تاریخ کا آغاز کیا جائے' پس حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس روز سے جس روز رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی اور مکہ کو چھوڑا تھا' سو حضرت عمرؓ نے اسی طرح کیا''(۳۶)

یعقوبی کے بیان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ تجویز' حضرت علیؓ کی پیش فرمودہ تھی جب کہ ابونعیم نے شعبی کے طریق سے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے یہ روایت کی ہے کہ یہ تجویز خود حضرت عمرؓ کی تھی اور ان کا استدلال یہ تھا کہ چونکہ ہجرت مدینہ حق وباطل کے مابین فرق کرنے کا سبب بنی ہے' اس لئے اسی کو تقویم اسلامی کے آغاز کی بنیاد بنایا جائے (۳۷) ایک خیال کے مطابق یہ تجویز ہرمزان کی طرف سے پیش کی گئی تھی (۳۸) لیکن عام طور پر حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا نام ہی آتا ہے' ان میں بھی زیادہ تر روایات حضرت علیؓ ہی کے بارے میں ہیں' اس لئے اس تجویز کی نسبت ان ہی کی جانب درست معلوم ہوتی ہے اور حضرت عمرؓ کی جانب اس تجویز کو اس لئے منسوب کر دیا گیا کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی تجویز کی تائید کی تھی اور اس پر عمل درآمد بھی ان ہی کے حکم سے ہوا' واللہ اعلم

محرم سے سال کا آغاز:

پھر یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی تھی اور عربوں کے رواج کے مطابق ان کے سال کا آغاز محرم سے ہوا کرتا تھا' اس لئے علامہ شبلی کی رائے کے مطابق تقریباً سوا دو مہینے پیچھے ہٹتے ہوئے محرم الحرام سے سنِ ہجری کا آغاز کر لیا گیا (۳۹) دوسری رائے اس مسئلے میں یہ ہے کہ ہجرت کے ارادے اور اس سفر کی منصوبہ بندی کی ابتداء محرم ہی سے ہوئی تھی' کیونکہ بیعت عقبہ ذی الحجہ کے وسط میں ہوئی تھی (۴۰) اور یہی بیعت ہجرت مدینہ کی تمہید اور نقطہ آغاز تھا اور اسکے بعد پہلے مہینہ محرم ہی تھا (۴۱) اور ابونعیم کی روایت میں ابوموسیٰ سے مروی ہے کہ ''پھر یہ تجویز پیش

ہوئی کہ رمضان سے آغاز ہو یا محرم سے" محرم کو اس لئے قبول کرلیا گیا کہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد حجاج کی واپسی اسی مہینے میں ہوتی تھی (۴۲) جبکہ ابن سیرین سے ابن ابی خثیمہ نے نقل کیا ہے کہ بعض نے رجب سے آغاز کی تجویز پیش کی تھی اور بعض نے رمضان سے اور بعض نے محرم سے' حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

ارخوا من المحرم ' فانه شهر حرام' وهو اول السنة و منصرف الناس من الحج. "محرم سے تاریخ کا آغاز کرو کیونکہ یہ مہینہ اشہر حرام میں سے ہے اور (عرب کے رواج کے مطابق بھی) یہ سال کا پہلا مہینہ ہے اور حج سے لوگوں کی واپسی بھی اسی مہینے میں ہوتی ہے۔" (۴۳)

علامہ منصور پوری نے بھی اس تجویز کو حضرت عثمانؓ کی جانب منسوب کیا ہے (۴۴)

عبید بن عمیر فرماتے ہیں: ان المحرم شهر الله وهو رأس السنة يكسى البيت ' ويؤرخ به الناس (۴۵)

"بلاشبہ محرم اللہ کا مہینہ ہے' اسی سے سال کا آغاز ہوتا ہے اور بیت اللہ کا غلاف تبدیل کیا جاتا ہے اور اسی سے لوگ تاریخ کا حساب رکھتے ہیں۔"

جبکہ سعید بن منصور نے "سنن" میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں سورۃ الفجر کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: هو فجر المحرم ' فجر السنة (۴۶) "والفجر میں فجر سے مراد محرم کی "فجر" ہے جس سے سال کا آغاز ہوتا ہے۔" بعینہ یہی قول حضرت قتادہ سے بھی منقول ہے (۴۷)

جبکہ سہیلی کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام نے ہجرت نبوی ﷺ کو اسلامی تقویم کا نقطۂ آغاز قرار دینے کے لئے اس قرآں حکم کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ جو اہل قبا کی شان میں وارد ہوا ہے' فرمان باری تعالٰی ہے۔

لمسجد اسس على التقوىٰ من اول يوم احق ان تقوم فيه (توبہ ۱۰۸)

"البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد روزِ اول سے ہی تقویٰ پہ رکھی گئی ہے' اس لائق ہے کہ آپؐ اس میں (نماز کی غرض سے) کھڑے ہوں۔"

کیونکہ یہ بات تو معلوم ہے کہ اس آیت میں "اول یوم" سے مطلق یوم مراد ہے نہیں' اس سے یہ متعین ہو گیا کہ یہ کسی مضمر شئی کی طرف مضاف ہے اور وہ اول روز وہی ہو سکتا ہے جب اسلام کو عزت ملی اور نبی کریم ﷺ نے امن و اطمینان کی حالت میں اپنے پروردگار کی عبادت کی اور اس کی ابتداء بنائے مسجد سے ہی ہوئی تھی' اس امر سے صحابہ کرام کی رائے سے یہ سمجھا کہ اول یوم سے یہاں اسلامی تاریخ کا روزِ اول مراد ہے (۴۸) لیکن ابن حجر کے بقول اس سے متبادر یہی معنی ہیں کہ "اول یوم" سے مراد مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے داخلے کا روزِ اول ہے (۴۹) اور زرقانی نے ابن منیر کے حوالے سے سہیلی کی توضیح کو تکلف وتعسف قرار دیا ہے (۵۰)

نتیجۂ گفتگو یہ ہے کہ چوں کہ عام طور پر عربوں کے ہاں بھی سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے' اس لئے

اسلامی تقویم کے لئے بھی اسی کو اختیار کرلیا گیا اور یہ مشورہ حضرت عثمانؓ یا حضرت عمرؓ نے دیا' اگر چہ اس کی توجیہات اور بھی ہیں' جیسا کہ بیان ہوا۔

تقویم اسلامی کے نفاذ میں تاخیر کی وجوہ:

تقویم اور کلینڈر کی عام انسانی ضرورت کے پیش نظر چاہیے تو یہ تھا کہ اسلامی تقویم کا آغاز اسی وقت ہو جاتا جب مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی تھی' لیکن آنحضرت ﷺ کے عہدِ مبارک میں تو اور دوسری نوعیت کی مصروفیات ہی اس قدر رہیں کہ اس جانب توجہ ہی نہیں دی جا سکی اور پھر چونکہ اس وقت اسلامی سلطنت کا بالکل آغاز تھا' اس لئے غالباً ایسی فوری کوئی ضرورت بھی سامنے نہیں آئی جو مسلمانوں کو اس مسئلے پر غور وفکر پر آمادہ کرتی' آپ ﷺ کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عہد مبارک آیا' یہ دور مدت میں کم ہونے کے ساتھ ساتھ لاتعداد اندرونی سازشوں اور بیرونی شورشوں میں گھرا ہوا تھا' جن سے عہدہ برا ہونا صدیق اکبرؓ کا کام تھا' وہ ان کی جانب متوجہ رہے اور یہ اہم کام فوری ضرورت نہ ہونے کے سبب ان کی ترجیحات میں نہ آسکا۔

پھر جب خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق کا دور مبارک آیا تو اس وقت ایک تو سابقہ تمام رکاوٹیں بھی دور ہو چکی تھیں' دوسرے پھیلتی ہوئی سلطنت کے ساتھ حکومتی اور انتظامی امور بھی وسعت اختیار کر چکے تھے اور ہر شعبے میں اصلاحات' ترقیاتی کام اور تعمیراتی سرگرمیاں عروج پر تھیں' اس بنا پر ایک تقویم کی ضرورت محسوس کی گئی......اس طرح تقویم اسلامی کا آغاز ہوا اور یہ افضیلت وشرف بھی ان ہی کے حصے میں آیا(۵۱)۔ جیسا کہ ایک روایت بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے فرمایا کہ مال بہت زیادہ ہونے لگا ہے۔ اور ہماری تقسیم کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے' آخر اس کو ٹھیک یاد رکھنے کی کیا تدبیر کی جائے(۵۲)۔ اس کے بعد مشورے سے یہ طے پایا۔

تقویم اسلامی کی خصوصیات:

آخر میں اسلامی ہجری قمری تقویم کا دیگر تقویموں سے تقابل کرتے ہوئے اس کے امتیازات اور خصوصیات بیان کئے جاتے ہیں' یہ خصوصیات ذیل ہیں:

(الف) اسلامی تقویم کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ آغاز سے اب تک یہ اپنی مجوزہ صورت پر قائم ہے' اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی' چونکہ یہ شرعی اور دینی تقویم ہے' اس لئے اس میں ترمیم کا حق کسی فرد بشر کو حاصل نہیں' یہ خصوصیت غالباً دنیا کی کسی دوسری مروجہ تقویم اور سن میں نہیں پائی جاتی(۵۳)۔

(ب) دوسری خصوصیت یہ ہے کہ متداول ہونے اور استعمال کے لحاظ سے بھی تقویم ہجری دنیا کے اکثر مروجہ سنین سے قدیم ہے' اگر چہ وہ سنین اپنے اعداد کے اعتبار سے ہجری تقویم سے زیادہ پرانے معلوم ہوتے ہیں' مثال کے طور پر ذیل کی صورتوں پر غور کیجئے:

۱۔ یکم محرم ارہجری مطابق ۱۶ر جولائی ۵۳۳۵ جولین بنتا ہے' اس طرح جولین پیریڈ کا سن بظاہر سن ہجری سے ۵۳۳۴ برس پہلے کا معلوم ہوتا ہے' حالانکہ یہ تقویم حقیقت میں سنِ ہجری سے ۹۸۹ برس بعد ۱۵۸۲ء میں وضع ہوئی ہے۔

۲۔ یکم محرم ارہجری کو ۳۔آب ۴۳۸۲ عبری تھا' اس طرح بظاہر یہ سنِ ہجری سے ۴۳۸۱ برس پہلے کا معلوم ہوتا ہے' حالانکہ یہ ۱۵۸۲ء میں وضع ہوا ہے۔

۳۔ سن کل جگ سنِ ہجری سے ۳۷۲۳ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے مگر مغربی مورخین اور ہیئت داں تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سن چوتھی صدی عیسوی میں وضع کیا گیا تھا' یعنی اپنے حساب سے ۳۴ر صدیاں گزرنے کے بعد اس کا آغاز ہوا تھا۔

۴۔ سنِ سکندری سنِ ہجری سے ۹۳۲ سال پہلے کا ہے' مگر اپنی موجودہ ہیئت میں نوزائیدہ ہے' کیونکہ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قمری مہینوں پر چلتا رہا ہے۔ بعد میں اسے شمسی مہینوں میں تبدیل کر دیا گیا۔

۵۔ سمت بروشیٔہ کے مطابق یکم محرم ارہجری کو ۲۶ر ساون سمت ۶۷۹ تھا' اس لئے بظاہر سمت بروشیٔہ سنِ ہجری سے ۶۷۸ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے مگر ہندو اور مغربی محققین کی تحقیقات کے مطابق اس کا آغاز ۸۹۸ بروشیٔہ سے ہوا ہے' اس طرح یہ سنِ ہجری کے ۲۲۵ سال بعد شروع ہوتا ہے (۵۴)۔

(ج)۔ اسلامی تقویم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ تقویم کسی خاص شخصیت سے وابستہ نہیں ہے' بلکہ ایک ایسا واقعے سے اس کا تعلق ہے جو پورے مذہب اسلام کے حوالے سے اپنی اہمیت رکھتا ہے' یوں اس کی بنیاد روحانی بھی ہے' یہ خصوصیت رائج الوقت دیگر تقاویم میں نہیں ہے' بیرونی آثار الباقیہ میں لکھتا ہے۔

''قوموں کا طریقہ اس بارے میں یہ رہا ہے کہ بانیانِ حکومت و مذاہب کی پیدائش' بادشاہوں کی تخت نشینی' انبیاء کی بعثت' ملکوں کی فتح و تسخیر' سلطنت کے انقلاب و انتقال اور حوادثِ عظیمہ' ارضیہ سے تواریخ سنین کی ابتداء کیا کرتے ہیں'' (۵۵)۔

چنانچہ ایسے بہت سے سنین جو اس دور میں رائج تھے یا آج موجود ہیں' وہ کسی نہ کسی شخصی واقعے کی طرف منسوب ہیں: مثلاً

۱۔ بابلی سن بختِ نصر اول کی پیدائش کے وقت سے شروع کیا گیا تھا۔ ۲۔ یہودی سن کا مصر سے خروج کے واقعے سے آغاز ہوتا ہے۔ ۳۔ سنِ عیسوی حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے شروع ہوا۔ ۴۔ رومی سن پہلے پہلے سکندر اعظم کی پیدائش اور پھر آگسٹس کی پیدائش سے شروع ہوا۔ ۵۔ ہندوستانی سن راجہ بکرماجیت کی پیدائش سے شروع کیا گیا۔ ۶۔ ایرانیوں میں بھی جس قدر سن رائج ہوئے ان سب کی ابتداء پیدائش' تخت نشینی اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کے واقعے سے ہوتی ہے۔ اور اس رسم کے بانی اور مؤسس بھی ایرانی ہی ہیں کہ ہر بادشاہ گزشتہ سن منسوخ کر کے اپنی تخت نشینی کا نیا سن جاری کرے اور اسے سنِ جلوس کہا جائے۔ (۵۶) ۷۔ جبکہ

۳۔ اس روایت کو قبول کرنے والوں نے سخاوی کے جس قول کو دلیل بنایا ہے وہ خود اس بارے میں اپنی رائے کو حتمی قرار نہیں دیتے بلکہ صرف روایت ذکر کر کے یہ کہتے ہیں: فان ثبت فیکون…. یعنی اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو حضرت عمرؓ کو حضور اکرم ﷺ کا متبع قرار دیا جائے گا۔ لیکن دیگر روایات سے بات ثابت نہیں ہے۔

۴۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اگر یہ معاملہ حضور اکرم ﷺ کے عہدِ مبارک میں طے ہو گیا تھا تو پھر حضرت عمرؓ نے کس بارے میں مشورہ کیا تھا' جس کے متعلق روایات بالکل واضح اور اس کثرت سے ہیں کہ ان کے مقابلے میں کسی شاذ یا نئی روایت کو ترجیح دینا ممکن نہیں۔

۵۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے:

''نبی کریم ﷺ کے مدینے آنے تک وہاں تاریخ کا دستور نہ تھا' چنانچہ وہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے ایک مہینہ' دو مہینے شمار کرنے لگے۔ اور ان کا یہی چلن رہا تا آنکہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ اور عمرؓ کی خلافت کے چار سال بھی یوں ہی گزرے۔ اس کے بعد تاریخ وضع کی گئی''۔ (۶۵)

۶۔ امام احمد' بخاری ابن عساکر' ابن سیرین' حاکم' سعید بن المسیب' ابن حجر وغیرہ کی روایات اور ذاتی آراء (۶۶) سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ سلسلہ تقویمِ اسلامی کے موسس حضرت عمرؓ ہیں' ان ہی کے عہدِ مبارک میں صحابہ کرام کے مشورے سے یہ تقویم وضع کی گئی۔

ان نکات کی روشنی میں اس بارے میں نصاریٰ نجران والی روایت پر کوئی اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

خلاصہ بحث: اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی اور عہدِ مبارک میں ضرورت نہ ہونے کے سبب اسلامی تقویم کا آغاز نہ ہوسکا' آپ ﷺ کے بعد عہدِ صدیق اکبرؓ کے مختصر ایام میں بھی گونا گوں مشکلات اور مہمات کے سبب اس جانب توجہ نہ دی جاسکی' البتہ عہد فاروق اعظمؓ میں جب ضرورتیں بڑھیں اور اسلامی ریاست وسیع ہوئی تو حضرت عمرؓ فاروق کی توجہ اس جانب مبذول ہوئی' انہوں نے صحابہ کرام کے مشورے اور حضرت علیؓ کی رائے سے ہجرت نبوی ﷺ کو اسلامی تقویم کا آغاز قرار دے کر اس سے اسلامی سال کا آغاز کیا' پھر چونکہ ہجرتِ مدینہ ربیع الاول میں ہوئی تھی اور عربوں کا سال محرم سے شروع ہوتا تھا' اسلئے حضرت عثمانؓ کے مشورے سے محرم سے اسلامی سال کا آغاز ہوا اور یکم محرم الحرام ۱ر ہجری مطابق ۱۶ر جولائی ۶۲۲ء۔ ۱۶ر جولائی ۵۳۳۵ جولین' ۳ر آب' ۴۳۸۲ عبری' ۲۶ ر ساون' ۶۷۹ سمت کو ہجری تقویم کا نقطہ آغاز قرار دیا گیا (۶۷)۔ جبکہ ہجری تقویم کا باقاعدہ آغاز اور پہلی مرتبہ استعمال عہدِ فاروقی میں ۳۰ ر جمادی الاخریٰ ۱۷ ر ھ مطابق ۱۲ ر جولائی ۶۳۸ء بروز اتوار کو ہوا (۶۸) واللہ اعلم بصوابہ' وعلمہ اکمل واتم' وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

عربوں میں لکھنے پڑھنے کا کوئی خاص رواج نہ ہونے کی وجہ سے ان کا خاص سن نہیں تھا بلکہ وہ مخصوص واقعات کے اعتبار سے اپنے سالوں کا حساب رکھا کرتے تھے' چنانچہ آپ ﷺ کی ولادت سے قریب کے زمانے میں ابراہہ کا حملہ عرب کا خاص واقعہ تھا' اس کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے ہاں عام الفیل رائج تھا۔اس کی کچھ تفصیل پہلے گزری ہے۔

(د) اس ہجری قمری تقویم میں ہفتے کا آغاز جمعۃ المبارک سے ہوتا ہے[(۵۷)]۔

(ہ) ہجری تقویم میں شرک' نجوم پرستی یا بت پرستی وغیرہ کا شائبہ تک نہیں ہے' اس کے مہینوں اور دنوں کے ناموں کو کسی دیوی یا دیوتا سے کوئی نسبت نہیں۔[(۵۸)]

(و) سابقہ شریعتوں میں بھی دینی مقاصد کے لئے یہی قمری تقویم رائج تھی' بعد میں لوگوں نے اس میں تحریف اور ترمیم کرتے ہوئے اسے قمریہ شمسی یا صرف شمسی تقویم میں بدل ڈالا۔لیکن ہجری اسلامی قمری تقویم الحمد للہ ہر طرح کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔[(۵۹)]

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

نصاری نجران کی جو روایت سخاوی کے حوالے سے پہلے بیان ہوا اس میں یہ بھی مذکور ہے: فان ثبت فیکون عمر متبعا لا مبتکرا [(۶۰)] ۔یعنی اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ تقویم کا آغاز حضور اکرم ﷺ نے خود فرمایا تھا تو حضرت عمرؓ تقویم ہجری کے سلسلے میں آپ ﷺ کی پیروی کرنے والے ہوں گے' اس کے بانی و موجد نہیں' اس سے بعض حضرات کو (۶۱) یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ حضرت عمرؓ نے تقویم ہجری کا آغاز نہیں کیا تھا بلکہ اس کا آغاز آپ ﷺ کے دور میں ہی ہو چکا تھا' حالانکہ قرائن و شواہد کی رو سے یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اکثر روایات کی موجودگی میں تنہا اہل نجران کی روایت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرنا درست نہیں' اس سلسلے میں مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

۱۔ اس روایت میں ذکر یہ ہے کہ نصاریٰ نجران کو جب آنحضرت ﷺ نے خط لکھا تو اس میں آپ ﷺ نے تاریخ لکھنے کا حکم دیا تھا' غور طلب بات یہ ہے کہ اہل نجران کے نام آپ ﷺ کے کئی خطوط حدیث' سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں [(۶۲)] ۔ان میں کسی میں بھی کوئی تاریخ مذکور نہیں ہے' آنحضرت ﷺ سے تعلق رکھنے والی ہر بات اور ہر چیز کی صحابۂ کرام اور بعد کے مسلمانوں نے جس طرح حفاظت کی ہے' اس کے پیش نظر یہ باور کرنا ممکن نہیں کہ انہوں نے اس تاریخ کا ذکر نہیں کیا ہوگا۔

۲۔ آپ ﷺ نے ۶رہجری اور اس کے بعد مختلف سلاطین کو دعوتی خطوط تحریر فرمائے تھے' ان میں سے چھ خطوط اب بھی اپنی اصل حالت میں محفوظ ہیں اور ان کے عکس متعدد کتب میں شائع ہو چکے ہیں [(۶۳)] ۔ان میں کہیں بھی کوئی تاریخ درج نہیں ہے' حالانکہ نصاریٰ نجران کو آپ ﷺ نے یہ خط ۵رہجری میں ارسال فرمایا تھا[(۶۴)] ۔اس اعتبار سے بعد کے تمام خطوط میں تاریخ درج ہونی چاہیے تھی۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ مولانا ابوالکلام آزاد ررسول رحمت رترتیب' مولانا غلام رسول مہر رشیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور رص ۲۰۳

۲۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی رالاعلان بالتوبیخ راردو ترجمہ ڈاکٹر سید محمد یوسف رمرکزی اردو بورڈ' لاہور' جون ۱۹۶۸ء ص ۱۷۵ ۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً ص ۱۷۶

۵۔ شاہ مصباح الدین شکیل رسیرت احمد مجتبیٰ رپاکستان اسٹیٹ آئل' کراچی ۱۹۹۶' ج ۲ رص ۵۶

۶۔ الاعلان رص ۱۷۴

۷۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری م ۳۱۰ھ رتاریخ الرسل والملوک ربیروت رج ۲ رص ۳۸۸ رابن الحجر العسقلانی م ۸۵۲ھ رفتح الباری ر قدیمی کتب خانہ' کراچی رج ۷ رص ۳۴۱' محمد بن عبدالباقی الزرقانی رشرح المواہب اللدنیہ ردار المعرفۃ' بیروت' ۱۹۹۳ رج ۱ رص ۳۵۲' محمد بن یوسف الصالحی الشامی رسبل الہدی والرشاد ردار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۹۹۳ء ر ج ۱۲ رص ۳۶

۸۔ شیخ عبدالحیٔ الکتانی رنظام الحکومۃ النبویۃ المسمی التراتب الاداریہ ردار الکتاب العربی' بیروت رص ۱۸۰

۹۔ قلقشندی رصبح الاعشیٰ' بیروت رج ۶ رص ۲۴۰ ۱۰۔ ابن حجر رفتح الباری' ج ۷ رص ۳۴۱ رص ۳۶

۱۱۔ سبل الہدیٰ والرشاد رج ۱۲ رص ۳۶ ۱۲۔ ایضاً/طبری ج ۲ رص ۳۸۸

۱۳۔ التراتب الاداریہ رص ۱۸۱' اس بارے میں موصوف نے اپنی کتاب الشماریخ فی علم التاریخ میں مفصل بحث کی ہے' دیکھئے التراتب محولہ بالا' سبل الہدی والرشاد رج ۱۲۔ ص ۳۶

۱۴۔ ابن حجر' فتح الباری' ص ۳۴۲' ابوالفداء اسماعیل بن کثیر' م ۷۷۴ھ رالبدایہ والنہایہ ردار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۹۹۰' ج ۳ رص ۲۱۷۔ یہ روایت تلاش بسیار کے باوجود راقم کو مسند احمد میں نہیں مل سکی' مگر حاکم نے مستدرک میں اس کے الفاظ نقل کئے ہیں' ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم رالمستدرک ردار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۹۹۰ رج ۳ رص ۹۷۴' رقم ۵۷۹۰/۱۳۸۸

۱۵۔ ڈاکٹر حمید اللہ' الوثائق السیاسیہ ردار النفائس' بیروت' ۱۹۸۵ء رص ۵۲۱' رقم الوثیقہ ۳۶۸

۱۶۔ ابن حجر' ص ۳۴۲' سبل الہدی والرشاد رص ۳۸' الاعلان/۱۷۱

۱۷۔ الاعلان ایضاً رابوالیقظان نے بھی حضرت عمرؓ سے اس طرح نقل کیا ہے۔ دیکھئے الاعلان محولہ بالا و سبل الہدی والرشاد رمحوالہ بالا

۱۸۔ ابن حجر رص ۳۴۲ و سبل الہدی والرشاد محولہ بالا ۱۹۔ ابن کثیر رالبدایہ رج ۳ رص ۲۱۷

۲۰۔ الاعلان رص ۱۷۱ ۲۱۔ ابن حجر رفتح الباری رص ۳۴۱ و طبری رج ۲ رص ۳۸۸ و سخاوی رالاعلان رص ۱۶۸

۲۲۔ ان خطوط کے لئے ملاحظہ کیجئے رڈاکٹر حمید اللہ رالوثائق السیاسیہ رص ۱۶۵ تا ۱۸۰

۲۳۔ ان خطوط کے لئے ملاحظہ کیجئے رسید فضل الرحمٰن ر''خطوط ہادی اعظم ﷺ'' رزوار اکیڈمی پبلی کیشنز' کراچی

۲۴۔ ابن کثیر رالبدایہ والنہایہ رج ۳ رص ۲۱۶ ۲۵۔ شبلی نعمانی رالفاروق رص ۲۶۰

۲۶۔ زرقانی رج ۱ رص ۳۵۲ ۲۷۔ ابن کثیر رج ۳ رص ۲۱۶ ۲۸۔ شامی ایضاً رص ۳۸

۲۹۔ ابن کثیر رالبدایہ والنہایہ رج ۸ رص ۱۸ ۳۰۔ احمد بن ابی یعقوب رتاریخ یعقوبی ردار صادر' بیروت رج ۲ رص ۱۴۵

۳۱۔ محمد بن سعد رالطبقات الکبریٰ ردار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۹۹۷ء رج ۳ رص ۲۱۳ ۳۲۔ شامی رص ۴۱

۳۳۔ ابن حجر رفتح الباری رج ۷ رص ۳۴۲' الاعلان رص ۱۶۹

۳۴۔ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم رالمستدرک علی الصحیحین ردار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۹۹۰ء: ج ۳ رص ۱۵' رقم ۴۲۸۷/۳۱'

ذہبی نے اس روایت کی موافقت کی ہے اور اسے ''صحیح'' کہا ہے۔
۳۵۔ شبلی نعمانی رالفاروق رص ۴۶۰
۳۶۔ مقریزی رامتاع الاسماع رج ۲ رص ۵۶ رطبع ثانی مصر
۳۷۔ زرقانی رج ۱ رص ۳۵۲ و ابن حجر رفتح الباری رج ۷ رص ۳۴۲
۳۸۔ یہ خیال اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب کے مقالہ نگار نے ظاہر کیا ہے مگر اس کی تائید کسی دوسری کتاب اور مورخ کے قول سے نہیں ہوتی۔ دیکھئے ج ۶ رص ۳۹
۳۹۔ شبلی نعمانی رالفاروق رص ۴۶۰
۴۰۔ ابن ہشام رالسیرۃ النبویہ ردار المعرفہ بیروت ۱۹۷۸ء رج ۲ رص ۱۸۷
۴۱۔ شامی رص ۳۸ و زرقانی رص ۳۵۲ ۴۲۔ شامی رص ۳۷
۴۳۔ ابن حجر رفتح الباری رج ۷ رص ۲۷۲ و الاعلان رص ۱۷۲
۴۴۔ قاضی محمد سلیمان سلیمان منصور پوری ررحمۃ للعالمین رشیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۳ء والاعلان رص ۱۷۲
۴۵۔ ابن کثیر رالبدایہ والنہایہ رج ۳ رص ۲۱۷
۴۶۔ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود الوسی بغدادی رروح المعانی ردار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۸۵ء رج ۳۰ رص ۱۱۹
۴۷۔ قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی م ۱۳۲۵ھ رتفسیر مظہری ر ادارہ اشاعت العلوم ندوۃ المصنفین دہلی رج ۱۰ رص ۲۵۳
۴۸۔ عبدالرحمن بن عبداللہ السہیلی رالروض الانف ردار المعرفہ بیروت ۱۹۷۸ء ۲ رص ۲۴۶
۴۹۔ ابن حجر رفتح الباری رج ۷ رص ۳۴۱ ۵۰۔ زرقانی رج ۱ رص ۳۵۲
۵۱۔ سید فضل الرحمن رہادی اعظم ﷺ رزوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی ۲۰۰۰ء رج ۱ رص ۳۲۲۔۳۲۳
۵۲۔ الاعلان رص ۱۷۳ ۵۳۔ پروفیسر ظفر احمد رالسیرۃ النبویہ توفیقی تضادات کا جائزہ رمشمولہ ششماہی السیرہ عالمی رمدیر سید فضل الرحمن رزوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی رشمارہ ۱ جون ۱۹۹۹ء رص ۱۶۹
۵۴۔ سلیمان منصور پوری ررحمۃ للعالمین رج ۲ رص ۳۵۱ ۵۵۔ ابوالکلام آزاد ررسول رحمت رص ۲۰۷
۵۶۔ رحمۃ للعالمین رص ۳۵۱ ۵۷۔ پروفیسر ظفر احمد رالسیرہ شمارہ ۱ رص ۱۶۹ ۵۸۔ ایضاً
۵۹۔ ایضاً رص ۱۷۵ ۶۰۔ الکتانی رالتراتب الاداریہ رص ۱۸۱
۶۱۔ Jounal of Islamic Studies, Karachi, University. /Editor in Chief Prof. Dr. Abdul-Rashid by Prof. Dr. M. Tahir Mallick/ The Hijra Calendar Asymbol of Islamic Culture. P.12
۶۲۔ دیکھئے ڈاکٹر حمید اللہ رالوثائق السیاسیہ رص ۱۶۵ تا ۱۸۰ ۶۳۔ ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۲۳
۶۴۔ الکتانی رص ۱۸۱ ۶۵۔ الاعلان رص ۱۷۳
۶۶۔ ابن حجر رفتح الباری رص ۳۴۱۔۳۴۲ و شامی رص ۳۷۔۳۸
۶۷۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ رج ۲۳ رص ۱۲۴
۶۸۔ رحمۃ للعالمین رج ۲ رص ۳۵۱ و اردو دائرہ معارف اسلامیہ محولہ بالا۔

جناب غلام رسول دیشمکھ
بھساول، بھارت

دہشت گرد۔کون۔کیوں۔کیسے؟

دہشت گرد کون ہیں؟ کیا یہ کسی تحریک یا نظریہ کا نام ہے؟ یا کسی فرد یا جماعت کا؟ یہ وقت کا اہم موضوع ہے، اس موضوع پر کئی سال غور کرنے کے باوجود یو۔این۔ایو (UNO) بھی اس کی تعریف متعین کرنے سے قاصر ہے۔وہ جو بھی تعریف متعین کرتی ہے اس کی زد میں وقت کی سپر طاقتیں آجاتی ہیں۔چونکہ UNO سپر طاقتوں کی آلہ کار ہے اس لئے ان طاقتوں کی خواہش پر ملت اسلامیہ کو ہدف بنایا گیا اور دہشت گردی کا ایک آسان نام "اسلامی دہشت گردی" ایجاد کرلیا گیا۔تاکہ افغانستان، عراق وغیرہ پر حملوں کا جواز فراہم ہو جائے۔اس طرح وقت کے سب سے بڑے دہشت گرد امریکہ نے اپنے جنگجو مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ان مسلم ممالک میں تباہی اور بربادی مچادی اور وہاں لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت گری کو اپنے لئے جائز قرار دیا۔

اس طرح فلسطین میں عربوں کا قتل عام اسرائیل کر رہا ہے، جسے آپ امریکہ کے بعد دہشت گرد ثانی بھی کہہ سکتے ہیں۔جرمنی میں ہٹلر نے یہودیوں کا جو قتل عام کیا تھا (جسے لوہولوکاسٹ کے نام سے جانتے ہیں) اس کا بدلہ وہ عربوں سے لے رہے ہیں۔چونکہ اسرائیل جرمنی سے بدلہ نہیں لے سکتا اور امریکی پالیسی ساز بھی اسرائیل کے ذریعے عربوں کو کچلنا چاہتے ہیں۔

<u>دہشت گردی کے چند نمونے:</u>

- آزاد بھارت میں آزادی کے فوراً بعد تحریک آزادی کے رہنما مہاتما گاندھی کو دن کی روشنی میں قتل کر دیا جاتا ہے، قاتل اعلیٰ ذات کا ہندو Nathuram Godse جو سنگھ پریوار کا فرد تھا، گویا آزاد بھارت میں یہ دہشتگردی کا آغاز تھا۔
- ملک کی سابق وزیراعظم اندرا گاندھی کا قتل اسی کے ایک سکھ محافظ کے ہاتھوں دن دہاڑے گولی مار کر ہوا۔
- سابق وزیراعظم راجیو گاندھی کا قاتل، جنوبی ہند کا ایک ہندو شخص تھا۔
- آسٹریلیا کے عیسائی پادری گراہم اسٹینس اور اس کے بچوں کو زندہ جلا دیا گیا۔جلانے والے بجرنگ دل اور بے جے پی کے لوگ تھے۔
- نکسلائیٹ، الفا وغیرہ تنظیموں کے تشدد کے شکار آئے دن لوگ ہوتے رہتے ہیں۔شمالی ہند میں نچلی ذاتوں

کے لوگوں کی جان و مال، عزت و آبرو کو پامال کرنا اعلیٰ ذات کے انتہا پسندوں کا مشغلہ رہا ہے۔

❁ سنگھ پریوار نے مسٹر ایڈوانی کی قیادت میں تاریخی بابری مسجد کو شہید کردیا۔ باوجود اس کے کہ اس کا کیس سپریم کورٹ میں چل رہا تھا۔ اور اسی کورٹ میں یہ حلف نامہ داخل کرنے کے بعد کہ بابری مسجد کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، قانون کو ہاتھ میں لیا گیا۔

❁ گودھرا میں مودی پیٹنٹ فارمولے کو اپنا کر اس کے تجربے سے گجرات میں مسلم اقلیت کی نسل کشی کی گئی۔

❁ مہاراشٹر میں ناندیڑ، پربھنی، پرنا، جالنہ، عمرکھیڑ وغیرہ بم دھماکوں کے مجرم آج بھی آزاد گھوم رہے ہیں۔ ان کی آج تک خاطر خواہ تحقیقات نہیں کی گئی۔

❁ ممبئی میں گنپتی جلوس کے موقع پر ایک شخص کے پاس تھیلی میں، بم ملے تھے، لیکن کوئی ناخواشگوار واقعہ ہونے سے قبل وہ پولیس کی گرفت میں آ گیا۔ اس واقعہ کی تحقیق ہونی چاہیے تھی۔ (اگر کوئی حادثہ وقوع پذیر ہوجاتا تو آپ سوچ سکتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری کس پر ڈالی جاتی؟)

مندرجہ بالا نمونے کے چند واقعات ہیں۔ کیا ان میں دہشت گردی نظر نہیں آتی؟ ان کو دہشت کہنا تو دور رہا، کوئی انہیں صرف دہشت گرد کہنے کے لئے بھی آمادہ نہیں۔ یعنی یہ فقرہ صرف ملت اسلامیہ ہی سے وابستہ ہے۔

جرائم اور مذہب: زمانے کی یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جرائم اور جرائم پیشہ افراد کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور نہ کوئی ملک ہوتا ہے۔ اسی طرح دہشت گرد کا بھی کوئی ذات، مذہب یا ملک نہیں ہوتا۔ مگر جب ملت اسلامیہ کا تعلق آتا ہے، فوراً پیمانے بدل جاتے ہیں اور اس کی ہر حرکت و عمل کو مخصوص خوردبین سے دیکھا جاتا ہے کہ کس طرح اور کیسے اس کو بدنام کیا جائے اور اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے راستے ہموار کئے جائیں۔

اسامہ بن لادن کے گروپ کو امریکہ ہی نے روس کے خلاف افغانستان میں کام کرنے کی تربیت دے کر تیار کیا تھا۔ طالبان کو جنم دینے والا بھی امریکہ ہی ہے۔ جب ان لوگوں سے اس کا مقصد پورا ہوگیا تو وہ خود امریکہ کی نظر میں دہشت گرد بن گئے۔ چونکہ اب وہ امریکہ کے کام کے نہیں رہے۔ اس لئے امریکہ کا پروپیگنڈہ ہے کہ ان سے پوری دنیا کو خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ اس طرح وہ اپنے ظالمانہ عزائم نیز ظلم و ستم کو جائز قرار دینے کے لئے جواز فراہم کرلیتا ہے۔

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ امریکہ کی سی۔ آئی۔ اے اور اسرائیل کی موساد، انتہاء پسندوں کی تیاری و تربیت کرکے پوری دنیا میں دہشت گردی کے لئے ان کا استعمال کرتی ہے۔

میڈیا اور پولیس کا رول: ملک میں جہاں بھی تشدد کا کوئی ناخوشگوار واقعہ ہو، حکومت کے پاس انتہا پسند گروپوں کے ناموں کی فہرست اور استعمال کئے گئے سامان کی تفصیل پہلے ہی سے موجود رہتی ہے۔ پولیس اور میڈیا کی جانب سے مسلم نوجوانوں پر شک کی سوئیاں گھما کر، فرضی کہانیاں گھڑ کر نوجوانوں کو گرفتار کیا جاتا ہے، ان کو ظلم و ستم کا

نشانہ بنایا جاتا ہے' اس طرح پوری مسلم قوم کو مجرم ثابت کرنے کی سازش عمل میں آتی ہے۔ پوٹا اور مکوکا جیسے قوانین تو بنائے ہی اس لئے گئے ہیں تا کہ اس کا بے دریغ استعمال مسلم اقلیت کے لئے کیا جاسکے۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ آج تک ان قوانین کی دفعات کے تحت ملت کے نوجوانوں کو ہی گرفتار کیا گیا ہے۔

تعصب کی انتہا تو یہ ہے کہ مالیگاؤں' حیدرآباد' اجمیر وغیرہ کی مساجد میں ہونے والے بم دھماکوں کے سلسلے میں بھی ملت کے افراد ہی کو حراست میں لے کر ٹارچر کیا جارہا ہے۔

ممکن ہے: بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ متذکرہ واقعات میں ہماری قوم کے کچھ نادان' نا سمجھ یا جنونی نوجوان شامل ہیں تو ان کا تناسب بہت ہی کم ملے گا' ان کو کسی خاص مذہب سے جوڑ کر دیکھا نہیں جاسکتا۔ بلکہ دیگر مجرمین کی طرح ہی وہ بھی مجرم ہیں۔ ان معاملات میں انصاف کا تقاضا ہے کہ کسی کا جرم ثابت ہونے پر انہیں سخت سزا دی جائے تا کہ لوگوں کے لئے باعث عبرت ہے۔

لائحہ عمل: اس وقت ضرورت ہے ملت اسلامیہ کے سامنے حضرت محمد ﷺ کا اسوۂ حسنہ رکھا جائے کہ آپ نے نبوت کے ابتدائی ۱۵ ر سالوں میں کس طرح اخلاص کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیا اور اپنے عمل و کردار سے لوگوں کے دل جیت لئے۔ ان کے دلوں اور دماغوں پر حکومت کی' پراگندہ معاشرہ کو صالح معاشرہ میں تبدیل کردیا۔ اسلام ملت اسلامیہ سے یہی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے عمل و کردار سے لوگوں کے دلوں کو جیت لیں۔ دراصل یہی اس ملت کا مقصد وجود ہے' اس فریضہ سے غفلت کے نتائج دنیا اور آخرت دونوں جگہ خطرناک اور بھیانک ہوں گے۔

وقت کا تقاضا ہے کہ ملت اسلامیہ اپنا محاسبہ کرے کہ وہ اتنی بے اثر کیوں ہوگئی ہے؟ اس ملک میں ہم ۲۰ کروڑ ہیں جب کہ دنیا میں دوسو کروڑ۔ اس کے برخلاف بین الاقوامی سطح پر ہمارا کوئی وزن محسوس نہیں ہوتا۔ ہم کوڑا کرکٹ اور جھاگ کی مانند ہوکر رہ گئے ہیں۔

حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب غیر مسلم قومیں تمہاری سرکوبی کے لئے ایک دوسرے کو بلائیں گی اور (پھر وہ سب مل کر) دھاوا بول دیں گی۔ جیسا کہ بہت سے کھانے والے افراد ایک دوسرے کو بلا کر دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ایک آدمی نے عرض کیا: حضور! اس وقت کیا ہماری تعداد تھوڑی ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں' بلکہ اس وقت تم تعداد میں کثیر ہوگے' لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے کوڑا کرکٹ اور جھاگ سے زیادہ نہ ہوگی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہوگا کہ دشمن قوموں کے دلوں سے تمہارا رعب ختم ہوجائے گا' اور تمہارے دل ''وہن'' کا شکار ہوجائیں گے۔ کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! وہن کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔ (ابوداؤد)

تابندہ نقوش

حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

شیخ التفسیر والحدیث عارف باللہ پیر طریقت
حضرت مولانا شمس الہادی صاحب شاہ منصوریؒ

ضلع صوابی جو کہ صوبہ سرحد کا خوبصورت اور زرخیز خطہ ہے اس سرزمین کا یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ اپنی زر اندوزی کے ساتھ ساتھ انتہائی مردم خیز قطعہ بھی ہے اور ہر دور میں اس بقعہ نور نے زندگی کے ہر میدان میں ایسی شخصیات اور نابغہ روزگار ہستیاں پیدا کیں ہیں کہ زمانہ اور اہل زمانہ ان کی نابغیت انکی محیر العقول اور حیرت انگیز کارناموں پر تا قیامت فخر کریں گے۔ بلاشبہ یہ زمین چشمک زن آفتاب و ماہتاب ہے کہ اس کی آغوش محبت میں ایسی ایسی ہستیاں پھلیں اور بڑھیں ۔

یہ وہ خطہ ہے جس کی شان ہے رشک مہ و اختر
فلک والے بھی اس کی عظمتوں پر ناز کرتے ہیں

اسی تعلقہ میں مشہور قصبہ شاہ منصور ہے جو کہ سالہا سال سے علم وفضل تقویٰ وتدین تصوف وسلوک اور رشد وہدایت و صدق وصفا کا گہوارہ چلا آرہا ہے' بظاہر یہ چھوٹا قصبہ اپنی علمی وجاہت اور شان وشکوہ کی وجہ سے بڑے بڑے شہروں پر بھاری ہے۔ اسی قصبہ کی کوکھ نے ایسے نوابغ وقت جنم دیئے جن کا نام علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی تاریخ میں جلی عنوان سے رقم رہے گا۔ اور ان کی شخصیت آسمان رشد وہدایت پر نیر تاباں کی طرح چمکتی دمکتی رہے گی۔ ماضی قریب میں مشہور مفسر قرآن شیخ التفسیر والحدیث عارف باللہ استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالہادی صاحب قدس سرہ نے اپنی حیات مستعار کے پورے ۶۳ (تریسٹھ سال) حسبۃ للہ قرآنی علوم ومعارف اور سنتِ رسول ﷺ کے نور کو چار دانگ عالم میں پھیلانے میں گزارے۔ اس سے پہلے مشہور صاحب وجد وشوق بزرگ حضرت مولانا عبدالرازق صاحب قدس سرہ نے میکدہ علم و عرفان کو اپنے علم وفضل اور تصوف وسلوک کے مئے ناب سے پرُخمار رکھا اور آج تک اس خوش قسمت قصبہ کی علمی و روحانی رونقیں ماند نہ ہوئیں اور اسکی ضیاء پاشیوں میں دن بدن روز افزوں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ ان نفوس قدسیہ کی انفاس کی روحانیت اب بھی اہل دل اس کی فضاؤں میں محسوس کرتے ہیں ۔ معلوم نہیں کہ کس ساقی کے ہاتھوں یہ حضرات ایسے سیراب ہوئے ہیں کہ ان کا اثر تا ہنوز جاری وساری ہے اور وہاں پر ہر سو روحانیت کی ایک روح پرور کیفیت طاری ہے۔ بقول خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ ۔

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا　　جب مے یہ تو نے ظالم شیشے میں بھری ہوگی

جنت میں ملے گا وہ جس میں جسے راحت ہو　　ہم کو تو پسند اپنی شوریدہ سری ہوگی

ان برگزیدہ ہستیوں میں دو محترم برادران جن کو علمی دنیا اپنے علم وفضل، تقویٰ وتدین رشد وہدایت اور زہد وتقویٰ وصدق وصفاء کی وجہ سے بطور تعظیم وتکریم شیخین مکرمین کہتے ہیں اور واقعۃ یہ دونوں عظیم ہستیاں اس باوقار لقب کے بجا طور پر مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں شیخین کو جس جامعیت سے نوازا تھا، موجودہ زمانہ میں ایسی صفات کی حامل شخصیات بالکل خال خال نظر آتی ہیں۔ بلکہ خدا لگتی بات یہ ہے کہ ناپید ہیں اس لئے کہ ایک عالم فنون اور معقولیت میں تو یدِ طولیٰ رکھتا ہے۔ لیکن پھر حدیث اور دیگر منقولات میں ان کی وہ شان وشوکت نہیں ہوتی، اور دوسرا اگر علم تفسیر وحدیث میں ماہر ہے تو پھر معقولات میں ان کی وہ دقت نظر نہیں رہتی۔ اسی طرح اگر کسی کو علم شریعت ظاہرہ کا مکمل ادراک ہے تو تصوف واحسان سے نابلد ہے یا اگر وہ تصوف واحسان کے علم کا شہوار ہے تو علوم ظاہرہ میں اس کی وہ قوت نہیں۔ لیکن بحمد للہ شیخین مکرمین جامع شریعت وطریقت بھی تھے اور منقولات ومعقولات میں ان کو یکساں طور پر مہارت تامہ حاصل تھی۔　　یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا　　ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں

اللہ تعالیٰ نے دونوں بھائیوں کو حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت سے بھی نوازا تھا۔ ان کی جبینوں سے نور کے شعلے ٹپکتے تھے جو کوئی ان کو دیکھتا تو بے ساختہ اس کی زبان پر یہ آیت آتی۔ ما ھذا بشرا ان ھذا الاملک کریم

ان کے چہروں کی تابانیوں سے نظریں اور آنکھیں سیر نہیں ہوتی تھیں۔ اللہ اللہ عجیب منظر ہوتا جب دونوں شیخین اکٹھے ہمسفر ہوتے یا راستے پر جاتے تو خلقت بے ساختہ ان کی تعظیم کے لئے کھڑی ہوجاتی تھی۔ سادگی بے تکلفی اور تصنع سے دوری ان ہر دو شیخین کا طرۂ امتیاز تھا ان پر قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں اور بزرگوں کا گمان ہوتا۔ گویا اسلاف کے کاروان سے بچھڑ کر پیچھے رہ گئے ہیں اور یہ ہماری سعادت مندی اور خوش بختی ہے کہ ان کے دیدار سے شرفیاب ہوئے، ان کے گفتار سے لطف اندوز ہوئے ان کے کردار میں ہم نے تخلقوا باخلاق اللہ کی عملی تصویر دیکھی

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر　　اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر　　(اقبالؒ)

۱۹۷۶ء میں راقم دورۂ تفسیر قرآن کے لئے شاہ منصور گیا، وہاں پر مشہور زمانہ مفسر قرآن شیخ القرآن ولی کامل عارف باللہ حضرت مولانا عبدالہادی صاحب قدس سرہ رمضان المبارک میں دورۂ تفسیر پڑھاتے تھے۔ اور صوبہ سرحد و افغانستان سے کثیر تعداد میں طلبہ اس میں شرکت کرتے۔ صبح تفسیر شروع ہونے سے پہلے حضرت الشیخ مولانا شمس الہادی صاحبؒ علم میراث کی مشہور کتاب سراجی اور اس کے ساتھ قصیدہ بردہ شریف پڑھاتے تھے۔ ہمارے دورۂ تفسیر کے اکثر ساتھی اس درس میں باقاعدگی سے شرکت کرتے۔ بندہ چونکہ اسی مسجد (قاسم خیل میں رہائش پذیر تھا۔ تو مجھے آنے جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ ہمارا خاص خیال رکھتے اور انتہائی شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہل محلہ

سے ہمارے اکرام اور راحت کے بارے میں تلقین فرماتے۔دوسرے شیخ آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا فضل الٰہی صاحب قدس سرہ سے ابھی تعارف نہیں ہوا تھا۔کیونکہ آپ اپنے گھر کے قریب اپنے محلہ کی مسجد میں نمازوں کی ادائیگی کیلئے اسی مسجد میں تشریف لے جاتے۔رمضان کا مہینہ جب شروع ہوا تو شاہ منصور کے مشہور حافظ مولانا حافظ فضل دیان صاحبؒ جو کہ حضرت الشیخؒ کے سامنے دورۂ تفسیر کے دوران تلاوت کرتے اور ان کی خوبی یہ تھی کہ آپ کو حضرت الشیخؒ کی تفسیر بمع تمام تقدیرات' تقریرات' اشعار' لطائف' حکایات اور دیگر تحقیقی مباحث کے ساتھ ازبر تھی۔حضرت الشیخؒ جب فرماتے کہ میں نے یہاں کون سا شعر پڑھا تھا تو حافظ صاحب فوراً اونچی آواز سے وہ شعر سناتے وہ عموماً فارسی کا شعر ہوتا۔بہرحال آپ نے تراویح میں مصلّٰی سنانا شروع کیا۔ختم قرآن کی رات حضرت مولانا فضل الٰہی صاحب قدس سرہ تشریف لائے' گرمیوں کا موسم تھا۔غالباً جون کا مہینہ تھا۔تراویح کے بعد آپ نے انتہائی سادہ انداز میں تقریر شروع کی اور ازراہ تفنن فرمایا کہ آج کل گرمیوں (جیٹ اور ہاڑ) کے روزے ہیں' افطاری کے وقت روزہ دار لوگ روٹی نہیں کھاتے بلکہ پانی اور شربت گلاسوں کے گلاس انڈیل دیتے ہیں پھر ان میں اٹھنے بیٹھنے کی سکت نہیں رہتی۔یہ تو اللہ کا فضل واحسان ہے کہ تراویح کی شکل میں اس کے لئے اللہ نے ہاضوم پیدا کیا۔دعا کے بعد حضرت الشیخؒ نے اپنے بھائی کے ساتھ بندہ کا تعارف کرایا۔آپ نے والد صاحب قدس سرہ کی خیریت دریافت کی اور دعاؤں سے نوازا۔

حضرت الشیخؒ اور ان کے برادر بزرگ دونوں شیخین برادران صاحب حق صاحب زروبی مولانا حبیب اللہ صاحبؒ والد گرامی قدر حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ کے اجل تلامذہ میں سے تھے۔اور یہ دونوں بھائی زروبی میں راقم کے ماموں حضرت علامہ عبدالوحید قاسمیؒ فاضل یوبند کے محلہ کی مسجد میں قیام پذیر تھے' وہ بھی حضرت صاحب حق صاحبؒ کے شاگرد تھے۔آپ کا انتقال ۱۹۶۹ء میں ہوا تھا۔آپ اکثر ان کا تذکرہ کرتے اور فرماتے کہ اللہ نے غضب کا حافظہ اور ذہن ان کو عطا فرمایا تھا۔

آپ کی تقریر انتہائی دلنشین ہوتی' باوجود یہ کہ آپ پیشہ ور خطیب یا مقرر نہ تھے بلکہ جس انداز سے آپ طلبہ کو درس دیا کرتے تھے اسی اسلوب میں تقریر فرماتے۔لیکن انکا خطاب اتنا اثر آفریں اور سحر انگیز ہوتا کہ دو دو ڈھائی گھنٹے آپ تقریر فرماتے۔لیکن سامعین میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلنے کی جرات نہ کرتا وہ ہمہ تن گوش رہتے اور انتہائی محویت اور یکسوئی کے ساتھ آپ کے ارشادات سے مستفید ہوتے۔حالانکہ آپ نہ خوش آواز تھے اور نہ اونچی آواز میں پرجوش انداز میں تقریر فرماتے بلکہ انتہائی وقار ومتانت اور سنجیدگی کے ساتھ سامعین سے مخاطب ہوتے۔

ایک دفعہ تفسیر قرآن کے ختم کے سلسلے میں ہمارے گاؤں زروبی تشریف لائے تھے' نماز عشاء کے بعد آپ نے تقریر شروع کی۔ڈھائی گھنٹے تک آپ نے ایسا عظیم الشان پر مغز بلکہ سادہ انداز میں خطاب فرمایا کہ حاضرین میں

سے کسی نے بھی جانے کی یا اٹھنے کی کوشش نہیں کی۔ ایک تو آپ کا اپنا مخصوص انداز دوسرا آپ کا ملکوتی رنگ فرشتہ نما صورت' گویا آسمانی مخلوق زمین پر اتر آئی ہے خطاب کے اختتام پر آپ نے حاضرین کو مختلف وظائف اوراذ کار کی بھی تلقین کی۔ ایک صاحب نے راقم کو کہا کہ حضرت نے اتنی جلدی اپنی تقریر کیوں ختم کی۔ بندہ نے ان کو کہا کہ وہ بیچارہ کمزوراور بیمار ہےاوراسی حالت میں آپ نے ڈھائی گھنٹہ تقریر کی اور کیا چاہتے ہو۔اس نے کہا اچھا۔ ہمیں تو احساس تک نہیں ہوا ہے۔

قصیدہ بردہ شریف کے اختتام پر ہم شرکاء درس کو فرمایا کہ قصیدہ بردہ شریف میں دو شعر ایسے ہیں جو کہ اس کے بادشاہ اور وزیر ہیں۔ان میں سے ایک یہ شعر ہے

هوا لحبيب الذى ترجى شفاعته　　لكل هول من الاهوال مقتحم

جاء ت لدعوته الاشجار ساجدة　　تمشى اليه علىٰ ساق بلاقدم

اسی طرح اور بھی بہت سے وظائف اوراذ کار سے نوازا۔

آپ انتہائی بامروت اور جی دار انسان تھے۔ ہم جیسے طفلان مکتب کی بھی انتہائی قدر کرتے۔ایک دفعہ ایک فاضل کی دستار بندی کے سلسلے میں ہم آپ کے بھائی مولانا فضل الٰہی صاحبؒ کے پاس گئے اوران کو دستار بندی میں شرکت کی دعوت دی۔ آپ نے دعوت قبول فرمائی۔ جبکہ حضرت الشیخؒ نے عذر پیش کیا کہ میں بیمار ہوں اورضعف بھی ہے۔اس لئے میں باوجود اس مبارک تقریب میں شرکت کی تمنا کے شریک نہیں ہوسکتا۔ جب ہم مقررہ تاریخ پر مولانا فضل الٰہی صاحب کے پاس گئے اوران کو ساتھ جانے کے لئے کہا تو اتفاقاً ان کی بھی طبیعت ناساز تھی' انہوں نے بھی فرمایا کہ خدا کی شان میں نے وعدہ کیا تھا' لیکن اب میری حالت آپ دیکھ رہے ہیں ہم بہت پریشان ہوئے۔اتنے میں نماز عصر کا وقت ہوا ہم نماز کیلئے مسجد گئے۔ نماز کے بعد حضرت الشیخؒ سے ملاقات کی۔انہوں نے خیریت دریافت کی۔ پھر فرمایا: کیسے آنا ہوا۔ ہم نے عرض کیا کہ چند دن پہلے جو ہم حاضر خدمت ہوئے تھے دستار بندی کی دعوت کے سلسلے میں اس بارے میں مولانا فضل الٰہی صاحب کے پاس آئے ہیں تو آپ نے فرمایا وہ کہاں ہیں ہم نے عرض کیا۔ حضرت وہ بیمار ہیں اور ہمارے ساتھ جانے سے قاصر ہیں آپ نے فرمایا اچھا اور انتہائی افسوس کا اظہار کیا پھر ایک منٹ توقف کے بعد اپنے برخوردار' مولانا اعزاز الحق کو فرمایا کہ جاؤ گھر سے میری چادر اور عصا لے آؤ۔اور فرمایا کہ یہ تو بُری بات ہے میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ ہم نے عرض کیا حضرت آپ نے تو عذر کیا ہے آپ کو تکلیف ہوگی آپ تشریف نہ لے جائیں' مگر ہمارے اصرار کے باوجود آپ ہمارے ساتھ تشریف لے گئے۔اور اس تقریب کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔

آپ کے لائق وفائق اور قابل فخر فرزند مفتی اعظم یورپ وجنوبی افریقہ برادرم مولانا مفتی رضاء الحق صاحب

مدظلہ جنوبی افریقہ سے شعبان ورمضان کی چھٹیوں میں تشریف لاتے ہیں تو اکثر ان کے ساتھ ملاقات کیلئے شاہ منصور جانا ہوتا ہے۔اس دوران آپ سے ملاقات بھی ہوجاتی۔اگرچہ آپ گھٹنوں کی تکلیف میں مبتلا تھے اور ویل چیئر کے ذریعہ انکو اپنی بیٹھک تک لایا جاتا۔اکثر جب ہم وہاں جاتے تو آپ بیٹھک سے گھر تشریف لے جاچکے ہوتے۔لیکن جب ان کو ہماری آمد کی اطلاع ملتی تو برخورداران کو فرماتے کہ مجھے دوبارہ بیٹھک لے جائیں۔اور یوں ہمیں شرف ملاقات سے نوازتے۔ہمارے ساتھ اپنے شاہی دسترخوان پر تناول طعام میں شرکت فرماتے۔

ایسے اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ فرماتے کہ ہم کو ان کی تکلیف پر ایک قسم کی ندامت کا احساس ہوتا' پھر جس محبت بھرے لہجہ میں بچوں اور گھر کی خیریت دریافت فرماتے اس میں اتنی محبت اتنی اپنائیت اور اتنا والہانہ پن ہوتا کہ الفاظ ان کے بیان سے قاصر ہیں۔

تلامذہ اور عقیدت مندوں کی دلجوئی کے لئے کبھی کبھی ہلکا پھلکا مزاح بھی سنت نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ کے مطابق فرمایا کرتے تھے۔برادرم محترم مولانا فضل علی حقانی سابق وزیر تعلیم صوبہ سرحد کی ہمشیرہ کی وفات کے موقع پر راقم استاذ مکرم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ استاذ حدیث ونائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ہمراہ نماز جنازہ میں شرکت کیلئے زروبی ضلع صوابی گئے۔واپسی پر حضرت الاستاذ مدظلہ نے فرمایا کہ زیدہ کے راستے شاہ منصور جائیں گے وہاں پر صاحب حق صاحب یعنی حضرت مولانا فضل الہٰی صاحب بیمار ہیں انکی عیادت اور تیمارداری کریں گے' کیونکہ ۲۰۰۲ء میں آپ کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔چنانچہ مغرب کی نماز کے بعد ہم انکے در دولت پر حاضر ہوئے۔اس وقت سردیوں کا موسم تھا۔آپ اپنے کمرے میں نماز سے فارغ ہوئے تھے۔ہم جب وہاں ان کے پاس گئے تو انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔حضرت الاستاذ مدظلہ نے آپ سے استفسار کیا کہ آپ کی ٹانگ کیسے ٹوٹ گئی تو اپنے مخصوص لہجہ اور سادہ زبان میں فرمانے لگے کہ صاحب (صاحبہ) سحری کے وقت تہجد کے لئے اٹھا' اور یہ مصلی میری چارپائی کے قریب ہی میرے لئے گھر والوں نے بچھا رکھا ہے۔چارپائی سے نیچے اترا اور مصلیٰ پر کھڑا ہوا کہ سر چکرا گیا اور زمین پر گر پڑا۔اسی طرح پاؤں ٹوٹ گئی' خدا کی شان ہے۔پھر فرمانے لگے کہ جب میری ٹانگ ٹوٹ گئی' چند دن ہسپتال میں زیر علاج رہا تو بعض طلبہ نے میرے بھائی مولانا شمس الہادی سے کہا کہ اب تو صاحب حق صاحب بیمار ہوگئے۔ان کے اسباق اور کتابوں کی کیا صورت ہوگی۔تو میرے بھائی نے ان کو ازراہ مزاح متبسمانہ لہجے میں کہا کہ آپ کے پاؤں میں تکلیف ہے' کتابیں اور درس تو آپ منہ اور زبان سے دیتے ہیں' وہ تو صحیح ہیں۔اس پر خود بھی زیر لب مسکراتے رہے۔راستے میں استاذ محترم آپ کی ان سادہ اور بے تکلفانہ باتوں کو دہراتے اور اس سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضرت الشیخ مولانا شمس الہادی صاحبؒ اپنے تلامذہ اور معتقدین کیساتھ خطابت اور تقریر کیلئے اکثر جایا کرتے تھے' وہ کسی کو باوجود ضعف ونقاہت کے انکار نہیں کرتے تھے۔یہاں تک کہ جب شدید

بیماری نہ ہوتی اور یہ اس وجہ سے کہ آپ میں وعظ و نصیحت اور مخلوق خدا کی بھلائی کا جذبہ کوٹ کوٹ کا بھرا ہوا تھا' آپ اس بات پر حریص تھے کہ تمام انسان بھلائی اور نیکی کی طرف راغب ہوں' تا کہ معاشرہ میں فتنہ وفساد برپا نہ ہو۔ خطبات اور تقاریر کا شعبہ حضرت الشیخ نے سنبھال رکھا تھا جبکہ آپکے برادر بزرگ مولانا فضل الٰہی صاحب قدس سرہ اختتامی دعا فرماتے۔ آپکی دعا میں عجیب تاثیر ہوتی۔ ایک دفعہ دونوں شیخین برادران ہمارے گاؤں زروبی تشریف لائے تھے۔ حضرت الشیخ نے خطاب فرمایا۔ اسکے بعد اکثر سامعین کے اصرار پر راقم نے مولانا فضل الٰہی سے عرض کیا کہ حضرت یہ سامعین دعا سے پہلے آپکے ارشادات عالیہ سننے کے متمنی ہیں تو فرمایا' تقریر تو شمس الہادی نے بہت بہترین فرمائی اس کے بعد میرے لئے کچھ کہنے کی گنجائش نہیں۔ ہم سمجھ گئے کہ آپ تقریر سے اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہیں لیکن ہم نے بھی ان کو باصرار کہا' جس پر حضرت الشیخؒ نے آپ سے فرمایا کہ جب یہ لوگ اتنا اصرار کررہے ہیں تو چند باتیں آپ فرمائیں۔ ان حاضرین کی تسلی ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ نے ذکرواذکار کی اہمیت اور تعلق مع اللہ کے متعلق تقریبا ۳۵ر۴۰ منٹ تک انتہائی خوبصورت لفظوں میں خطاب فرمایا۔ جس پر حاضرین بھی بہت خوش ہوئے۔ حضرت الشیخ بھی بہت محظوظ ہوئے' ان سے فرمایا کہ آپ نے کیسی دلنشین اور خوبصورت باتیں فرمائیں' ویسے آپ انکار کیا کرتے تھے۔

عشق رسول ﷺ آپ کی روح کی غذا تھا۔ حجاز مقدس مہبط جبرئیل امین کے تذکرہ پر آپ کے چہرہ اقدس کی نورانیت مزید نکھر جاتی۔ سیرت کے جلسوں میں بڑے ذوق وشوق سے شرکت فرماتے اور سینوں میں عشق رسول ﷺ کی چنگاری کو ہوا دیتے۔ آپ ہر قسم کے تعصبات' کینہ توزی اور حسد جیسی موذی روحانی امراض سے مبرا تھے' جبکہ آج کل یہ امراض عوام تو کجا خواص بھی اس میں بری طرح گرفتار ہیں۔ لیکن آپ ان آلائشوں سے کوسوں دور تھے۔ ان کا مسلک بقول کسے یہ تھا۔ کہ

ے	در مذہب ما نیست بہ کس کینہ داشتن	آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن

خودنمائی' خود پسندی عجب وتکبر کے الفاظ وہ جانتے تک نہ تھے' آپ کی اپنی ایک روحانی دنیا تھی اور ایک علیحدہ نرالہ جہاں کیف ووجد اور عالم مستی وجذب تھا' جس کی سیر میں آپ روز وشب اور صبح ومسا منہمک رہتے۔ وہ من کی دنیا کا باسی۔ تھا	ع	اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی

وہ واقف سر شریعت راز داں ورمز آشنائے حقیقت وطریقت تھے اور یہ خبر اور نظر آپ کو اپنے مشائخ طریقت شیخ عبدالغفور عباسی مدنی اور آپ کے اجل خلفاء سے ورثہ میں ملی تھی۔ علامہ اقبال کے ان فارسی اشعار کے پس منظر میں آپ کا مقام جلوہ آرا اور واضح وآشکارا ہو جاتا ہے' فرماتے ہیں

سر دین ما رخبر او نظر	او درون خانہ ما بیرون در
ما کلیسا دوست ما مسجد فروش	او ز دست مصطفیٰ پیمانہ نوش

چونکہ آپ ایک ولی کامل ایک صوفی صافی تھے' درد اور سوز و ساز سے آپ کا سینہ بے کینہ ماموروں معمور تھا' اس لئے آپ بہترین ذوق شعر کے مالک تھے۔ اور وقتاً فارسی عربی اور اردو و پشتو کے اشعار حسب حال و موقع سناتے۔ فارسی میں زیادہ تر رومیؒ ' جامیؒ ' سعدیؒ اور حافظؒ و بیدلؒ کے اشعار سناتے اور کبھی کبھی ان اشعار کی تشریح بھی عارفانہ انداز اور تصوفانہ رنگ میں فرماتے' جس سے دل و دماغ کے بند دریچے کھل جاتے' اور ذوق و وجدان کے غنچے کھل اٹھتے۔

راقم کے ایک لبنانی دوست نے ہمارے علاقائی علماء سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ تو ایک دن ہم آپ سے ملاقات کے لئے ان کے ہمراہ شاہ منصور چلے گئے۔ حضرت الشیخؒ نے انتہائی شفقت کا مظاہرہ فرمایا اور باوجود ضعف و بیماری کے بیٹھک تشریف لائے اور ہمارے ساتھ تصوف اور اپنے مشائخ کے متعلق ارشادات فرماتے رہے۔ ۱۴۲۹ھ میں رمضان کے مہینے میں بندہ نے اپنے قابل فخر اور ہونہار شاگرد مولانا مفتی امیر زمان حقانی' مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اٹک شہر کو ساتھ لیا اور آپ کے قابل فخر و لائق و فائق فرزند مفتی اعظم یورپ و جنوبی افریقہ مولانا رضاء الحق صاحب مدظلہ کی ملاقات کیلئے شاہ منصور گئے۔ وہاں پر حضرت الشیخؒ اپنی مسجد میں معتکف تھے۔ ان کے پاس بھی دعا کی درخواست لئے ملاقات کیلئے گئے۔ بندہ نے اپنے ساتھ اوراد و وظائف کا ایک چھوٹا کتابچہ بنام فیوضات غفوریہ لیا تھا تا کہ آپ سے اس کتابچے کے اوراد کی اجازت لے لوں' چنانچہ جب ان کو وہ کتابچہ دکھایا' اس کو لے لیا اور انتہائی ذوق و شوق اور محبت و عقیدت سے اسکی ورق گردانی کرتے رہے پھر فرمایا کہ یہ کتابچہ آپ کو کہاں سے ملا ہے' بندہ نے عرض کیا' ایک ساتھی نے تحفہ دیا ہے بندہ سمجھ گیا کہ حضرت الشیخؒ کو یہ کتابچہ پسند آیا ہے' چنانچہ بندہ نے وہ کتابچہ ان کو تحفہ میں دیا۔ آپ نے فرمایا آپ پھر کیا کریں گے۔ بندہ نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور نسخہ بھی موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے بہت خندہ پیشانی سے اس کے اوراد کی اجازت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ یا لطیف کا ورد بہت ہی کامیاب چیز ہے' تو بندہ نے عرض کیا کہ میں نے اسکا ختم اسی ترتیب سے کیا ہے کہ پہلے **لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز** اور **ان ربی لطیف لمن یشاء** اور **الایعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر**
پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد ۱۲۹ مرتبہ جو کہ ابجد کے حساب سے لطیف اسم کی قیمت ہے پڑھتا ہوں اور یہ عمل میں نے ۱۲۹ مرتبہ کیا ہے اس طرح اس کی تعداد ساڑھے سولہ ہزار تقریباً بنتی ہے اس پر آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور پھر ہم نے آپ سے دعا کی درخواست کی اور دست بوسی کرتے ہوئے آپ سے رخصت ہوئے کیا خبر تھی کہ یہ ہماری آپ کے ساتھ الوداعی ملاقات ہوگی۔

کل اس کی آنکھ نے کیا زندہ گفتگو کی تھی گماں تک نہ ہوا وہ بچھڑنے والا ہے

انضباط اوقات میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اپنے مقرر کردہ نظام الاوقات سے سرِ مو بھی انحراف نہیں

فرماتے تھے۔ البتہ بعض طبعی اور فطری مجبوریاں اس سے مستثنیٰ تھیں' یہی وجہ ہے کہ آپ کے اوقات میں برکت تھی' اور تن تنہا بخاری شریف' مسلم شریف اور ترمذی شریف پڑھانے اور جمادی الثانیہ کے آخر میں پھر آپ کی تقریب ختم بخاری شریف اور دستار بندی منعقد ہوتی۔ اس کے لئے کوئی تشہیری مہم نہیں چلائی جاتی' لیکن پھر بھی اس موقع پر ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوتا ہے اور قرب و جوار کے علماء وصلحاء اور فضلاء کے علاوہ کثیر تعداد میں عوام الناس بھی شرکت کرتے ہیں۔ وہ منظر قابل دید ہوتا۔ جب آپ اپنی نشست پر براجمان ہوتے اور ہزاروں کی تعداد میں مجمع آپ کی طرف متوجہ ہوتا اور آپ کے دیدار پرانوار سے اپنی آنکھیں اور نظریں سیراب کرتے۔

آہ ! ع اٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دل پر تیر کون؟

میرے والد محترم امام المتکلمین صدر المدرسین علامہ عبدالحلیم صاحب قدس سرہ کے ساتھ آپ دونوں شیخین کریمین کا انتہائی قریبی تعلق رہا۔ جب کبھی عندالملاقات آپ کا تذکرہ چھڑتا تو دونوں حضرات باری باری آپ کی علمیت وعبقریت کے بارے میں اپنے والہانہ اور مخلصانہ تاثرات کا اظہار فرماتے۔ ایک دفعہ آں محترم کا تذکرہ جاری تھا' بہت دیر تک آپ کی علمی شان پر مختلف زاویوں سے دونوں شیخین بحث میں مصروف تھے' جب کافی دیر گزر گئی تو حضرت مولانا فضل الٰہی صاحب قدس سرہ نے بحث کو سمیٹتے ہوئے ایک آہ سرد کھینچی اور فرمایا۔

تر کومه به مونږه دهغوئي و علميت خبرے کوو. صدر صيب خوبس صدر صيب وو. دهغهِ په شان خو اُس سوک نه شي پيدا کيدے .هغه خويو جامع عالم وو. پخے او کوټلے خبرے به ئے کولے. لوئے لوئے باريکے او غټے غټے مسئلے به ئے په مختصر والفاظو کے حل کولے .او د غټو مسئلونه په مختصر واؤ جامع الفاظ کے تعبير د قوي علم علامه ده.

یعنی ہم کہاں تک ان کی علمیت کے بارے میں بات کریں گے۔ صدر صاحب تو بس صدر صاحب تھے' ان کی طرح اب کوئی پیدا نہیں ہوسکتا۔ وہ بہت بڑے جامع عالم تھے' بہت ہی پختہ اور مضبوط باتیں فرمایا کرتے تھے۔ بڑے اہم اور دقیق مسائل مختصر الفاظ میں حل فرمایا کرتے اور بڑے مہتم بالشان مسائل سے مختصر مگر جامع الفاظ میں تعبیر فرماتے۔ یہ قوی اور مضبوط عالم کی نشانی ہے۔

حضرت الشیخ کے ساتھ خلق خدا کی محبت اور عقیدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ جن میں اہل علم کے ساتھ ساتھ عوام الناس کا ایک فوج ظفر موج بھی امڈ آیا تھا۔ تاحد نگاہ انسانوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ اور ہر شخص آپ کے دیدار کے لئے بیتاب تھا۔ لیکن اژدھام کی وجہ سے ایسا ممکن نہ تھا۔ اس موقعہ پر استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے غمزدہ الفاظ میں مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا کہ یہ علماء ربانیین اور علماء حقانیین کی شان ہوتی ہے کہ ان کے جنازوں میں خواص وعوام کا ہجوم

ہوتا ہے اور یہ ان کی مقبولیت کی بہت بڑی دلیل اور واضح مثال ہے اور مسلک حق سے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کے جنائز اسی طرح ہوتے ہیں۔ کس شان کے ساتھ آپ کا جنازہ دوش عظمت پر سوار جا رہا تھا۔ پھر آپ کو اپنے آبائی قبرستان میں اپنے برادر بزرگ مولانا فضل الٰہی قدس سرہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

مٹی میں کیا سمجھ کے چھپاتے ہو دوستو　　گنجینہ علوم ہے یہ گنج زر نہیں

جس طرح کہ یہ دونوں شیخین زندگی میں ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے' اکٹھے درس و تدریس کرتے اکٹھے وعظ و نصیحت کے لئے مجالس اور جلسوں میں شرکت کرتے' اسی طرح بعد از وفات بھی ایک ساتھ مدفون ہیں۔ اب بھی ان سطور کے لکھتے وقت راقم کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر گردش کر رہا ہے جب حضرت مولانا فضل الٰہی صاحب قدس سرہ ۲۰ رمضان المبارک بمطابق ۱۵ نومبر ۲۰۰۳ء کو رحلت فرما گئے تھے۔ جب آپ کا جنازہ جنازہ گاہ میں رکھا گیا تو حضرت الشیخ رحمۃ اللہ نے آبدیدہ آنکھوں سے اپنے محبوب اور مجذوب برادر بزرگ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور ان کے ساتھ مخاطب تھے' لیکن حاضرین کی کثرت اور محراب سے دوری کی وجہ سے بندہ آپ کے کلمات مبارکہ نہ سن سکا۔ غالباً یہی کہا ہوگا کہ بقول اقبالؒ

نہیں بیگانگی اچھی رفیق راہ منزل سے　　ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

ایک طرف نہ صرف ہمیں بلکہ تمام علمی دنیا اور عالم روحانیت کو آپ کی جدائی پر افسوس ہے اور آپ کی وفات پر ہر شخص ماتم کناں ہے اور چار سو غم واندوہ کی فضا چھائی ہوئی ہے اور کیوں نہ ہو ایسی عظیم ہستیاں صدیوں بعد پیدا ہوا کرتی ہیں۔ پھر اس قحط الرجال میں یہ صدمہ اور بھی گہرا ہو جاتا ہے۔ لیکن مقام تشکر وامتنان ہے کہ آپ کے پسماندگان نے اس میکدہ علم وعرفان مکتب درس وتدریس اور میخانہ عشق ومستی کو ویران ہونے نہیں دیا۔ آج آپ کے بڑے فرزند نے جنوبی افریقہ اور ظلمت کدہ یورپ کو اپنی علمی وتحقیقی ضیاء باریوں اور ضوافشانیوں سے منور کیا ہے۔ دوسری طرف دیگر فرزندان نے آپ کے قائم منبع علم وعرفان کو خشک نہیں ہونے دیا۔ اور انہوں نے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصوف اور سلوک واحسان کے میکدے کو بھی آباد رکھا ہے۔ اور یہ امر بھی خوش آئند ہے کہ برادرم حضرت مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ رمضان شریف میں اپنے عظیم والد مرحوم کے طریقہ کو زندہ رکھتے ہوئے سراجی اور قصیدہ بردہ شریف طلبہ دورۂ تفسیر وفنون کو پڑھاتے ہیں' یقیناً یہ حضرت الشیخؒ کے لئے بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے آپ کے فرزندان کے اس عمل سے آپ کی روح پرفتوح مزار مبارک میں خوش وخرم ہوگی۔

حضرات شیخین کریمین نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک مکتب درس وتدریس کو آباد رکھا تھا' اور ان ہر دو حضرات کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ماشاء اللہ دونوں برادران علوم اور فنون کے جامع تھے' ہر علم اور ہر فن کی کتابیں آپ حضرات کی زیر تدریس رہیں' اسی طرح وعظ وارشاد اور اپنے مواعظ حسنہ سے ایک عالم کو انہوں نے

مستفیض فرمایا' ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ حضرات کے علمی افادات مختلف کتابوں پر آپ کے دروس و آمالی اور مواعظ و خطبات یکجا کئے جائیں اور آپ کے علمی مآثر محفوظ ہو جائیں تا کہ آنے والی نسلیں اس سے مستفید ہوسکیں۔ بحمداللہ آپ کے فرزندان بالخصوص حضرت مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ سے یہ توقع ہے کہ وہ اس پہلو پر بھی غور فرمادیں گے۔ بلاشبہ یہ ایک بہت ہی مشقت طلب اور محنت طلب کام ہے۔ لیکن ہمت مرداں مدد خدا کے مصداق ان شاءاللہ ان مرحومین کی کرامات کے طفیل یہ کام بھی پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔

آخر میں اپنی یہ بے ربط یاداشتیں ان ٹوٹے پھوٹے رثائیہ اشعار پر سمیٹ رہا ہوں تا کہ محزون دل اور غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے جگر کو کچھ تسکین حاصل ہو جائے۔

اے ہمارے شیخ اعظم شیخ کامل الوداع — صاحب ایقان وعرفاں صاحب دل الوداع
نیز گردون تقویٰ شاہ ہفت اقلیم علم — تاج ملک معرفت کے ہائے حامل الوداع
واسطے ہے وا ترے باب مقامات سلوک — کردیئے ہیں تو نے طے کیا کیا منازل الوداع
پیکر صبر و قناعت جسم تسلیم و رضا — جامع شرع وطریق اے خوش خصائل الوداع
کس خرام ناز سے ہے جانب خلد بریں — سوئے علیین رواں ہے ایک فاضل الوداع
سرگروہ عالمانِ دین قیم السلام — اے زعیم ملت و جمع الفضائل الوداع
آپ کی فرقت پہ گریاں یہ جہانِ وجد وکیف — تیری ہجرت باعث صد ہا مشاکل الوداع
رو رہی ہے علمی دنیا آج باخونِ جگر — نیم جان و نیم تن ہیں تیرے بسمل الوداع
نالہ ریزاں ہیں چمن میں عندلیبان وہزار — نوحہ زن ہیں اُف گلستاں میں بلابل الوداع
عالم رشد و ہدایت پر ہے اب طاری سکوت — زہد وتقویٰ لطف واحساں کے اے حاصل الوداع
جن مجالس میں ملا کرتی تھی دل کو تازگی — سونی سونی ہیں خدا یا وہ محافل الوداع
غرق دریائے الم ہے عالم سوز و گداز — اب نظر آتا نہیں ہے کوئی ساحل الوداع
یہ عظیم الشاں جنازہ تیری عظمت کی دلیل — جس میں نورانی تھی اک مخلوق شامل الوداع
تیری شمع رخ پہ ہوتے تھے جو پروانے نثار — کس طرف ہوجائیں دیوانے وہ مائل الوداع

حسن سیرت اور صورت آپ پر فانی تمام
ہوگئے خلد آشیاں نوری شمائل الوداع

مولانا محمد حنیف جالندھری*

مدارس پر چھاپے ــــــــ ایک سوچا سمجھا منصوبہ

حالیہ دنوں میں دینی مدارس پر چھاپوں کا ملک گیر سلسلہ شروع ہوا۔اس سلسلے کا آغاز اسلام آباد کے مدارس پر چھاپوں سے ہوااور بعدازاں لاہوراور فیصل آباد سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ کراچی کے مدارس تک پھیل گیا۔اس آپریشن کے دوران بیسیوں مدارس پر چھاپے مارے گئے لیکن کہیں سے نہ تو اسلحہ برآمد ہوااور نہ ہی کسی مشکوک شخص کی گرفتاری عمل میں آئی۔ پولیس نے اپنی ناکامی اور سبکی مٹانے کے لیے عجیب اوچھے ہتھکنڈوں سے کام لیا۔آپ کراچی کے مدرسہ رحمانیہ بفرزون کی مثال لے لیجیے،اس ادارے میں قریبی تھانے کے پولیس اہلکار آئے انہوں نے پوچھا ''کیا آپ کے ہاں غیر ملکی طلباء زیر تعلیم ہیں؟'' ادارے کی انتظامیہ نے کہا ''جی ہاں! بالکل ہیں مگران کے پاس مکمل سفری اور قانونی دستاویزات،این اوسی اور نادرا کارڈ موجود ہیں'' پولیس اہلکاروں نے کہا کہ ''بہت اچھی بات ہے،آپ مہربانی فرما کران طلباء کو ہمارے ساتھ بھیج دیں،ہم اپنے ہاں ان کے کوائف کا اندراج کرنا چاہتے ہیں'' مدرسہ انتظامیہ نے ان طلباء کو پولیس کے ہمراہ بھیج دیا لیکن پولیس نے ان کے کوائف کا اندراج کرنے کی بجائے میڈیا کے نمائندوں کو تھانے بلا لیا اوران معصوم،مظلوم اور مہمان طلباء کو دہشت گردوں کے روپ میں میڈیا کے سامنے پیش کر دیا اوران کی گرفتاری ڈال دی۔ان طلباء کو اگلے دن جب عدالت میں پیش کیا گیا تو عدالت نے ان کے کاغذات کو تسلی بخش اور قابل قبول قرار دیتے ہوئے انہیں بری کر دیا لیکن میڈیا کے ذریعے جو ڈھنڈورہ پیٹا جا چکا تھا اس کا ازالہ ممکن نہ تھا۔اسی طرح کے اوچھے ہتھکنڈے دوسری جگہوں پر بھی بروئے کار لائے گئے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ مدارس کی انتظامیہ اور تمام مدارس کے نمائندہ وفاقوں نے ہمیشہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ساتھ تعاون بھی کیا اور اپنے اداروں کو کھلی کتاب کی مانند قرار دیا،یہ مدارس کبھی بھی ناگوار نہیں رہے کہ ان پر پورے لاؤ ولشکر سمیت یلغار کی ضرورت پیش آئے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ وقفے وقفے سے ان مدارس کو مشق ستم بنایا جاتا ہے اور معمول کی چیکنگ،کوائف وغیرہ کے حصول،خفیہ نگرانی کے مسلسل اور مربوط سلسلے کے ہوتے ہوئے سمجھ نہیں آتی کہ کیوں کچھ عرصے بعد مدارس پر اس انداز سے چڑھائی کر دی جاتی ہے جیسے اسرائیلی افواج غزہ یا بھارتی افواج کشمیر پر چڑھائی کیا کرتی ہیں۔حالیہ دنوں میں مدارس کے خلاف جن حالات میں کریک ڈاؤن کیا گیا ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان

---

* جنرل سیکرٹری وفاق المدارس العربیہ پاکستان

چھاپوں کے لیے ڈوری کہیں اور سے ہلائی گئی تھی۔ کیری لوگر بل میں چونکہ مدارس کی مشکیں کسنے کی شرط بھی شامل تھی اس لیے اس بل کی وفاقی کابینہ سے منظوری ہوتے ہی مدارس کے خلاف کریک ڈاؤن شروع کر دیا گیا اور عین اس موقع پر جب سینیٹر جان کیری اور جنرل پیٹریاس پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے تھے مدارس پر چھاپے مارے گئے اور لاہور کے مدارس کو اس وقت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جب بعض ''اہم مہمانوں'' کی لاہور آمد آمد تھی۔ مدارس کے ذمہ داران نے ایک بات بطور خاص نوٹ کی کہ چھاپے مارنے سے قبل پورے میڈیا کو باقاعدہ اطلاع دے کر ان کی حاضری کو یقینی بنایا جاتا تھا اور پھر اس چھاپہ مار مہم کا خوب ڈھنڈورہ پیٹا جاتا تھا۔ اس سے لگتا ہے کہ یہ آپریشن مدارس کے میڈیا ٹرائل اور ایک منظم مہم کا حصہ تھا۔ ان چھاپوں کے بعد ایک اور بات یہ نوٹ کی گئی کہ بعض نجی چینلوں کے بعض اینکر پرسنز نے مدارس کو آڑے ہاتھوں لیا اور بعض نام نہاد دانشوروں اور قلم کاروں نے مدارس کے خلاف مزید کارروائی کے لیے ہلہ شیری دی اور بتدریج مدارس کے خلاف ماحول بنایا جانے لگا۔ یہ سب کچھ ایک ہی سلسلے کی مختلف کڑیاں لگتی ہیں۔

ملک میں دہشت گردی کی حالیہ لہر کے تناظر میں مدارس پر چھاپے مار کر جہاں اس عسکریت پسندی اور دہشت گردی کے ڈانڈے مدارس سے ملانے کی کوشش کی گئی وہیں حکومتی اداروں نے اپنی ناکامی کو چھپانے کے لیے بھی مدارس کو ہی اپنا ہدف بنایا۔ ہمارے ہاں یہ عجیب ماحول بن گیا ہے کہ ملک میں دہشت گردی اور تخریب کاری کی وارداتیں کروانے والی اصل قوتوں کو بے نقاب کرنے کی بجائے ''مرے کو مارے شاہ مدار'' کے مصداق ہمارے قانون نافذ کرنے والے ادارے دینی مدارس پر چڑھ دوڑتے ہیں اور اپنے نمبر بنانے اور لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسری طرف اصل تخریب کاروں کو افغانی بھیس، جعلی نمبر پلیٹ، ناجائز اسلحہ سمیت گرفتار کر کے اپنے ''صوابدیدی اختیارات'' کی بنیاد اور ایک فون کال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مدارس کے خلاف یہ کریک ڈاؤن ایک ایسے وقت کیا گیا جب وطن عزیز تاریخ کے انتہائی نازک ترین دور سے گزر رہا ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام کے گلے شکوے دور کیے جائیں اور مختلف ناراض طبقات کے خدشات کے ازالے کی فکر کی جائے جبکہ ہمارے ارباب اختیار الثانت نئے محاذ کھول رہے ہیں اور مدارس کے لاکھوں طلباء، ہزاروں علماء اور مدارس کے ملک بھر میں پھیلے معاونین اور متعلقین میں تشویش واضطراب پیدا کر کے وطن عزیز کو مزید بدترین حالات اور بحرانوں سے دوچار کر رہے ہیں۔ موجودہ حالات میں مدارس کے خلاف چھاپے جہاں غلامانہ ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں وہیں بدترین ناعاقبت اندیشی کے زمرے میں بھی آتے ہیں۔ اس وقت اعلیٰ سرکاری حکام کو سوچنا چاہیے کہ کہیں کوئی ایسی خاص قسم کی لابی تو نہیں جو دانستہ طور پر حالات کو بگاڑنا چاہتی ہے اور حکومت اور دینی قوتوں کے مابین محاذ آرائی کے لیے راہ ہموار کر رہی ہے۔

مدارس پر حالیہ چھاپے مدارس کے خلاف امتیازی سلوک بھی ہے کیونکہ وہ عصری ادارے جہاں سے آئے روز اسلحہ برآمد ہورہا ہے، جہاں قتل وغارتگری اور طلباء کے مابین تصادم روز کا معمول بن گیا ہے ان کے خلاف کریک ڈاؤن کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی اور سارا نزلہ صرف مدارس پر گرایا جاتا ہے۔ اسی طرح نجی ہاسٹلز، ہوٹلوں اور دوسری جگہوں پر کریک ڈاؤن نہیں ہوتا صرف مدارس کے خلاف ہی کیوں ہوتا ہے؟

دینی مدارس جہاں سے ہروقت قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونجتی ہیں، جہاں ملک کے استحکام وسالمیت کے لیے قرآن کریم کا ختم، سورہ یسین کی تلاوت اور آیت کریمہ کا ورد کیا جاتا ہے وہاں اس طرح چھاپے مارکر ان اداروں کا تقدس پامال کرنا نہایت افسوسناک ہے۔ بعض جگہوں سے یہ اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں کہ پولیس اہلکار جوتوں سمیت مسجدوں میں گھس گئے، بعض جگہوں پر بچیوں کے مدارس میں چادر اور چاردیواری کا تقدس بھی پامال کیا گیا۔ یہ کس قدر شرمناک بات ہے؟ پاکستان کے عوام یہ سمجھ رہے ہیں کہ دینی مدارس کو اس لیے نشانہ بنایا جارہا تاکہ وہ مراکز جو اسلام کی حفاظت کے قلعے ہیں ان میں نقب لگائی جائے اور جوادارے لوگوں کے دین سے وابستگی اور حصول علم کا ذریعہ ہیں ان کو بدنام کردیا جائے اس لیے اس قسم کے کریک ڈاؤن کا سلسلہ فی الفور بند ہونا چاہیے تاکہ عوامی تشویش واضطراب کا خاتمہ ہوسکے۔

میں نے ان چھاپوں کے بعد تقریباً ہر مدرسہ کی انتظامیہ اور مہتمم صاحبان سے رابطہ کیا، ان کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی کی، اس دوران یہ بات بڑی شدت سے محسوس کی کہ اس قسم کی کارروائیوں سے ملک بھر میں بہت زیادہ اشتعال اور غم وغصہ پایا جاتا ہے۔ ان چھاپوں کے بعد راولپنڈی اسلام آباد کے علماء کرام نے تمام اہم سرکاری شخصیات اور اعلیٰ حکام سے وفد کی صورت میں ملاقاتیں کیں، اسی طرح کراچی کے علماء نے گورنر سندھ سمیت دیگر لوگوں سے گفتگو کی اور خود میں نے وزیر داخلہ عبدالرحمٰن ملک، سیکرٹری داخلہ، آئی جی پنجاب، ہوم سیکرٹری، چیف کمشنر اسلام آباد اور دیگر تمام اعلیٰ حکام سے رابطہ کیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے کوئی بھی مدارس کے خلاف ہونے والے کریک ڈاؤن کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار نہیں بلکہ ہرایک دوسرے پر ڈال رہا ہے اور زبانی طور پر مدارس کے خلاف کارروائی نہ کرنے کی یقین دہانی کروائی جاتی ہے لیکن عملاً پھر مدارس پر چڑھائی کردی جاتی ہے۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ تعلیم وتعلم میں مصروف لوگوں کے غم وغصہ اور مدارس کے طلباء کے اشتعال کو آخر کب تک کنٹرول کرا جاسکتا ہے اور ہم یہ بھی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اس صورتحال کو کیا نام دیا جائے...... قول وفعل کا تضاد کہا جائے یا کسی تیسری قوت کی کارستانی؟...... اسلام دشمنی سمجھا جائے یا استعماری قوتوں کی غلامی؟...... اور متاثرہ فریق کو صبر وتحمل کی ترغیب دیں یا لانگ مارچ کی تیاری کریں؟...... کیونکہ اس ملک میں لانگ مارچ کے بغیر نہ تو کوئی مطالبہ منوایا جاسکتا ہے اور نہ ہی اپنا حق حاصل کیا جاسکتا ہے۔

جناب عبداللطیف اثری

خنزیر کے بارہ میں اسلامی تعلیمات پر مہر تصدیق

سوائن فلو ___ ایک عالمی وبا

قرآن وسنت میں خنزیر کی حرمت اور اسے مکمل رجس (نجاست) قرار دینے اور اس سے مکمل احتراز و پرہیز کی تعلیمات پر حالیہ عالمی وبا سوائن فلو نے مہر ثبت کردیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ مسیح کے دوبارہ نازل ہونے کے بعد ان کے ہاتھوں خنزیر کے قتل اور استیصال کا روایات میں کثرت سے ذکر ہے۔ سوائن فلو کی وبا شاید دنیا میں حضرت مسیحؑ کے پیروی کے دعویدار مسیحیوں کی آنکھیں کھول دے اور وہ اس وبا کو قہر الٰہی سمجھ کر اسے حضرت عیسیٰ کی آمد کا بھی پیش خیمہ سمجھ سکیں ____ (مولانا سمیع الحق)

سوائن فلو جسے مرض کے بجائے قہر الٰہی وعذاب خداوندی کہنا زیادہ موزوں ہے میکسیکو اور امریکہ سے ہوتا ہوا اب ہندوستان میں بھی پہونچ گیا ہے۔ اور پونہ کے ایک اسکول کے کئی بچے اور ان کے سرپرستوں کے اس مرض سے متاثر ہونے کی تصدیق ہوچکی ہے۔ یہ مرض اتنی تیزی سے پھیل رہا ہے کہ پوری دنیا حیرت زدہ ہے اور اس پر کنٹرول کی اب تک کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے بیان کے مطابق یہ دنیا میں پھیلنے والا اب تک سب سے بڑا فلو ہے۔ ماضی میں کسی بھی فلو کو اتنی تیزی سے پھیلنے میں چھ سال کا وقت لگا ہے لیکن سوائن فلو چھ ہفتوں میں ہی تیزی سے پھیل گیا ہے اور یہ دنیا میں اتنی تیزی سے پھیل رہا ہے کہ اب اسے روکنا ناممکن ہوچکا ہے اور یہ بھی ناممکن ہے کہ فلو کے ہر ایک کیس کو درج فہرست کیا جائے۔

یہ مرض دنیا کے ایک سو ممالک میں پھیل چکا ہے جس سے بیشمار لوگ متاثر اور اس سے مرنے والوں کی تعداد ان گنت ہے۔ عالمی ادارہ صحت نے اسے ایک عالمی وبا سے تعبیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے نمٹنے کیلئے لوگوں کو آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے جس کیلئے مختلف ممالک کی حکومتوں کو فلو کے غیر معمولی کیسز پر نظر رکھنی ہوگی ادارہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ سوائن فلو حاملہ خواتین اور ایسے لوگ جن کو پہلے کئی امراض لاحق ہوں' مزید خطرناک ثابت ہوسکتا ہے اسلئے ایسے مریضوں کی مکمل نگرانی کی ضرورت ہے۔ میکسیکو کے شہر کیکن میں سوائن [illegible] متعلق دوروزہ کانفرنس میں برطانیہ کے نمائندہ نے یہ کہہ کر سب کو حیرت زدہ کردیا کہ ایک اندازے کے مطابق موسم سرما کے اختتام پر برطانیہ میں روزانہ

ایک لاکھ لوگ سوائن فلو میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ امریکہ میں اس مرض کا پھیلاؤ اتنے عروج پر ہے کہ کئی علاقوں میں ہیلتھ ایمر جنسی نافذ کر دی گئی ہے۔ امریکی محکمہ صحت کے افسران کے اندازے کے مطابق گزشتہ تین ماہ میں تقریباً دس لاکھ امریکن اس کا شکار ہوئے ہیں۔

یہ مرض کیسا پھیلتا ہے: اس مرض کے پھیلنے کا سب سے اہم سبب خنزیر کا گوشت اور اس کے دوسرے اجزاء کا استعمال ہے۔ جو لوگ سور پالتے ہیں وہ سب سے زیادہ اس سے متاثر ہیں۔ اسلئے سوائن فلو کو ایچ ون این ون کے علاوہ اب خنزیری بخار بھی کہا جانے لگا ہے۔ جن لوگوں کا خنزیر سے کوئی واسطہ نہیں ہے وہ بھی اس مرض سے متاثر کسی فرد کے رابطہ میں ہونے سے سوائن فلو کا شکار ہو سکتے ہیں۔ خنزیر کے اندر کیڑے اور بیکٹیریا اور وائرس ہوتے ہیں جن کو وہ انسان اور جانوروں میں منتقل کرتا رہتا ہے۔ یہ وائرس کم از کم مختلف قسم کے ۷۰ خطرناک امراض کا باعث بنتے ہیں۔ خنزیر پالنے والوں اور ان سے خلا ملا رکھنے والوں کے اندر یہ مرض موسمی نزلہ زکام سے شروع ہوتا ہے اور شروع ہونے کے بعد تیزی سے اس میں تبدیلی آتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ مرض شدید نمونیہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

خنزیر کا گوشت کھانے سے ایک ایسی بیماری بھی پیدا ہو جاتی ہے جس سے معدہ سے آواز نکلنے لگتی ہے اور معدہ میں بے شمار اور کئی قسم کے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً ’راونڈ ورم‘ ’پن ورم اور ہک‘ وغیرہ ہو جاتے ہیں۔ یہ کیڑے معدے سے خون کیساتھ پٹھوں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور پھر مزید مہلک امراض کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اسی طرح بیمار خنزیر کا گوشت کھانے سے Spiralis نامی مرض پیدا ہو جاتا ہے‘ اس مرض میں انسان کی آنتوں میں ایسے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جن کی لمبائی ساٹھ میٹر سے بھی زیادہ ہوتی ہے اس کی چار چوسنے والی چونچیں اور ایک گردن ہوتی ہے جس سے مزید چونچ دار کیڑے وجود میں آتے ہیں جن کی تعداد پانچ ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ کیڑے ہر بار ہزار انڈے دیتے ہیں انڈوں سے ملوث کھانا کھانے کی صورت میں Taenia Solium کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ انڈے دوران خون کے ساتھ جسم کے کسی بھی حصہ میں پہنچ جاتے ہیں اگر آنکھ میں پہونچ گئے تو اندھا پن پیدا ہو جائے گا‘ دماغ تک پہنچ گئے تو دماغی توازن بگڑ جائے گا۔ دل تک پہونچنے پر دل کے دورے پڑ سکتے ہیں اور ہارٹ اٹیک کا باعث بن سکتا ہے۔ جگر میں داخل ہو گئے تو جگر کا ستیاناس ہو جائے گا غرضیکہ اس طرح سارا جسم ناکام رہ جائے گا۔

خنزیر کا گوشت بیچنے والوں کا یہ پروپیگنڈہ کہ اگر خنزیر کے گوشت کو تیز آنچ یعنی ۷۰ ڈگری پکایا تو اس کے جراثیم مر جاتے ہیں‘ غلط ثابت ہو رہا ہے کیونکہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اسکے بعد بھی اس کے جراثیم مرتے نہیں ہیں۔ سور کے اندر چربی بہت زیادہ ہوتی ہے اور یہ چربی خون کی نالیوں میں جم جاتی ہے جس سے فالج اور ہارٹ اٹیک ہوتا ہے۔ سور میں بے غیرتی کا ہونا بھی ایک عام وظاہر چیز ہے یہ دنیا میں پایا جانے والا سب سے زیادہ بے شرم جانور ہے۔ اسی لئے اس کا گوشت استعمال کرنے والوں میں بے غیرتی عام ہے اور اپنی بیویاں بدل کر داد عیش دینے

میں کوئی شرم وہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے بلکہ اس پر فخر کرتے ہیں۔ یہ دنیا کا غلیظ ترین جانور ہے' گوبر' فضلہ اور دوسری غلیظ چیزیں اس کی عام غذا ہے یہ انسانوں کے فضلہ کے علاوہ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا فضلہ بھی کھا جاتا ہے۔

مذہب اسلام نے سور کے گوشت کو حرام اور اس کے تمام اجزاء کو نجس العین بتایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

قل لآ اجد فی مآ اوحی الی محرما علی طاعم یطعمة الآ ان یکون میتة اودما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس او فسقا اهل لغیر الله به فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان ربک غفور رحیم [الانعام :145]

(آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا خون ہو' یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو۔ پھر جو شخص بیتاب ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم ہے)

سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۷۳' سورۂ مائدہ آیت نمبر ۳' سورۂ نحل آیت نمبر ۱۱۵ میں بھی خنزیر کے گوشت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

<u>علامات:</u> اس مرض کی بعض علامات یہ ہیں: اچانک تیز بخار چڑھتا ہے' بھوک کی کمی ہو جاتی ہے۔ بلغم پیدا ہو جاتا ہے۔ سر اور جوڑوں میں درد ہوتا ہے۔ مریض کے اندر سستی آجاتی ہے۔ کھانسی کی شکایت ہو جاتی ہے۔ بار بار چھینک آتی ہے ناک بہنے لگتی ہے' گلے میں خراش ہو جاتی ہے' کبھی کبھی قے اور پیچش کی شکایت بھی ہو جاتی ہے۔

اگر بروقت علاج نہ ہو سکا تو جسم کا مدافعتی نظام بیکار ہو جاتا ہے اور یہ مرض نمونیہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور مریض تھوڑے دنوں میں دم توڑ دیتا ہے۔ یہ مرض ایسے لوگوں کو زیادہ نشانہ بناتا ہے جن کی عمر پچاس کے آس پاس یا اس سے زیادہ ہو یا جنہیں دمہ یا ذیابیطس کا مرض ہو۔

<u>علاج و بچاؤ اور احتیاطی تدابیر:</u> سوائن فلو سے بچنے کے لئے دستانہ' منہ اور ناک پر ماسک' آنکھوں پر چشمہ اور گاؤن و بوٹ کا استعمال کریں۔ چھینکتے یا کھانستے وقت کسی رومال یا ٹشو پیپر کا استعمال کریں اور استعمال کے بعد اسے فوراً ضائع کر دیں۔ اپنے ہاتھوں کو باقاعدہ کسی اچھے صابن سے دھوئیں۔ قوت مدافعت میں اضافہ کرنے والی اشیاء مثلاً مچھلی' گوشت وغیرہ کو اپنی روزمرہ کی خوراک میں شامل کریں۔

اس وقت اس مرض سے دنیا کے تمام ممالک اس قدر خوفزدہ ہیں کہ دوسرا ممالک سے آنے والے مسافروں کی باقاعدہ اسکینگ شروع کر دی ہے جو علاقے اس سے متاثر ہو چکے ہیں وہاں کے اسکول' کالج بند کر دیئے گئے ہیں۔ امریکہ کے صدر بارک اوبامانے اس کے وائرس کے خلاف اقدامات کے لئے کانگریس سے ڈیڑھ بلین کا مطالبہ کیا ہے۔ میکسیکو جہاں سے اس بیماری کے پھیلنے کا آغاز ہوا ہے وہاں کے لئے اپنی پروازوں کو بند کر دیا ہے۔ اور اپنے شہریوں سے اس ملک کا سفر نہ کرنے کی اپیل جاری کی ہے۔

ارجنٹائن کی وزارت صحت نے لوگوں کو ہدایت دی تھی کہ وہ قانون ساز اسمبلی کے الیکشن میں ووٹ دینے کی لائن میں ایک دوسرے سے فاصلہ رکھ کر قطار میں کھڑے ہوں۔

ہندوستان نے بھی باہر سے آنے والے سیاحوں کی جانچ شروع کردی ہے۔

بی بی سی کے بیان کے مطابق سوائن فلو کے پھیلاؤ کے خدشے کے پیش نظر سعودی حکام نے بھی ضعیف افراد' حاملہ خواتین' دمے کے مریض اور بچوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ رواں سال میں حج وعمرہ کی ادائیگی سے اجتناب کریں اور حج وعمرہ کی ادائیگی کیلئے آنے والوں کو ہدایت کی ہے کہ سعودی عرب آنے سے کم از کم دو ہفتہ پہلے ایچ ون این ون وائرس کی ویکسینیشن کروائیں۔

سعودی عرب نے اس مرض کی روک تھام کے لئے اپنے طور پر کچھ حفاظتی انتظام بھی کیا ہے۔ چنانچہ سعودی عرب کے وزیر صحت ڈاکٹر عبداللہ نے ایک اخباری کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ عالمی ادارہ صحت کے ذمہ داران حج وعمرہ کے دوران سوائن فلو کی روک تھام کے لئے کئے جانے والے حفاظتی انتظامات سے مطمئن ہیں انہوں نے کہا کہ سعودی عرب دنیا کا وہ واحد ملک ہے جس نے عالمی ادارہ صحت کی ہدایات پر قرنطینہ (دوسرے ممالک سے آنے والے لوگوں کو احتیاطاً الگ رکھنا) کے نظام کو نافذ کردیا ہے۔

سعودی عرب نے یہ اعلان مصر کے اس بیان کے بعد کیا ہے کہ جس میں مصر نے حج اور عمرہ کے دوران ممکنہ طور پر سوائن فلو کے پھیلنے کے خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ حج اور عمرہ سے واپسی پر ہزاروں مصری زائرین کو قرنطینہ میں ٹھہرایا جائے گا۔ مصر کے اس فیصلے پر مصر میں ملا جلا ردعمل سامنے آیا ہے۔ کچھ مذہبی علماء نے مصر کے اس فیصلے سے اتفاق کیا ہے کہ اگر عالمی ادارہ صحت نے سوائن فلو کو وبا قرار دے دیا تو واپسی پر زائرین کو قرنطینہ (جہاں دفع امراض وبائی کیلئے ٹھہرایا جاتا ہے) ٹھہرایا جائے لیکن بعض علماء کا خیال ہے کہ جب تک سعودی مذہبی حکام کی جانب سے اس طرح کا کوئی فیصلہ نہیں آجاتا اس وقت تک اس طرح کے اقدامات سے لوگوں کے مذہبی فرائض کی ادائیگی کی حوصلہ شکنی کے مترادف ہوگا۔

ابھی تک اس مرض کی کوئی مخصوص دوا تیار نہیں ہوسکی ہے۔ محض مریضوں کو تسلی دینے کیلئے اینٹی وائرل دوائیاں دی جارہی ہیں۔ لیکن کسی کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ موجودہ دافع انفلوئنزا دوائیں اس مرض کے خاتمہ کیلئے مفید ثابت ہونگی یا نہیں طبی ماہرین کے مطابق یہ انفلوئنزا وائرس کی ایک نئی قسم ہے جس کے خاتمہ کیلئے ابھی تک کوئی مدافعتی نظام انسانی جسم میں موجود نہیں ہے۔

مولانا حذیفہ وستانوی*

دارالاسلام و دارالکفر اور عصر حاضر میں اس کی تطبیق

دورِ نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلاماً جو وجہ ارض کا سب سے مسعودترین دور اور عہد گذرا ہے، اس لیے کہ اسی دور میں خاتم الانبیاء والمرسلین سید ولد آدم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر موجود تھے، اُم الکتب قرآن کریم کا نزول بھی اسی دور میں ہوا، لہٰذا اس دور کو یہ حق بنتا ہے کہ سید الادوار، سید العہود کہا جائے، اس دور کو یہ شرف حاصل ہے کہ اسلام جیسا آسمانی مذہب اور دین اسی دور میں مکمل اور تام ہوا، اور قیامت تک پیش آنے والے تمام مسائل کے حل کے خطوط و نشانات دے کر گیا، ہم اس پر اللہ کی جتنی بھی تعریف کریں کم ہے، اللہ ہمیں اسلام کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جہاں دورِ حاضر میں بہت سے نئے مسائل پیش آئے اور آرہے ہیں وہیں ایک مسئلہ ''دارالاسلام اور دارالکفر'' کی تعیین کا بھی ہے، اس لیے کے بہت سے احکام کا تعین اس تعین پر موقوف ہے۔ کیوں کہ اب حالات عجیب طرح کے ہوگئے ہیں، حکومتیں ایک طرف ''آزادی'' ''مساوات'' ''جمہوریت'' کے گیت گاتے نہیں تھکتیں اور دوسری جانب ہر طرف مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ امتیازی برتاؤ کیا جارہا ہے، اور اس باب میں غیر تو غیر، مسلمان حکمرانوں کا بھی یہی حال ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں ''دارالاسلام اور دارالکفر'' کا تطابق کیسے ہو؟ تو آیئے! ہم اس مضمون میں اس کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

<u>دار کی تعریف:</u> دار اس ملک کو کہتے ہیں، جو تین چیزوں کو شامل ہو:

(۱) اِقلیم(Country): یعنی محدود جغرافیائی مقام۔

(۲) سکان (Population): یعنی اس علاقہ کے آباد لوگ۔

(۳) سلطنت(Kingdom): وہ قیادت جو اس منطقہ میں قائم ہو، امام ابن العابدین تحریر فرماتے ہیں: المراد بالدار الاقلیم المختص بقھر ملک اسلام و کفر۔ عمار بن عامر، اس کی شرح میں تحریر فرماتے

---

* استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، انڈیا

ہیں: یظهر من التعریف انه شرط فی الدار۔ الاقلیم والسکان و السلطة

(الهجرة إلى بلاد غير المسلمين: ص ۷۹)

دار کی تقسیم: نفاذ قوانین کے اعتبار سے حکومت کی دو قسمیں ہیں: (۱) دارالاسلام (۲) دارالکفر

پھر دارالاسلام کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) دارالاسلام حقیقی (۲) دارالاسلام حکمی

دارالاسلام حقیقی کی تعریف:

اس ملک کو کہتے ہیں جہاں دستوری طور پر اسلامی قوانین اور اسلامی احکام نافذ ہوں، اور اس ملک کے قائدین وحکام مسلمان ہوں۔ امام ابن القیم الجوزیؒ فرماتے ہیں: دار الاسلام هی التی نزلها المسلمون و جرت علیها احکام الاسلام ۔(احکام اهل الذمه: ج۲/ ص ۷۲۸) اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: تعبر الدار دار الاسلام بظهور احکام الاسلام فیها و ان کان جل اهلها من الکفار ۔ (المبسوط: ج۱۰/ص ۱٤٤)

دارالاسلام حکمی: اس ملک کو کہتے ہیں جہاں مسلمانوں کو، اپنے بعض شعائر پر عمل کی اجازت ہو، مثلاً: نماز، اذان، جمعہ وغیرہ، اگر چہ وہاں عالمی وضعی (خودساختہ یعنی انسان کے بنائے ہوئے نہ کہ اللہ کے نازل کردہ) قانون نافذ ہو، البتہ وہاں کے قائدین اور حکومتی کارندے مسلمان ہوں۔ اس وقت تمام اسلامی ممالک اسی حکم میں ہیں، کوئی ملک حقیقی دارالاسلام کا مصداق ومجاز نہیں ہے۔ ابن العابدین تحریر فرماتے ہیں: لو اجریت احکام المسلمین فی بلد واحکام اهل الشرک فلاتکون دار حرب ما دامت تحت سلطة و لاتنا ۔ (شامی: ج٤/ص ۱۷۵) ان دارالفسق هی دار الاسلام ۔(نیل الاوطار: ج۸/ص ۲۷)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ جب اسلامی قوانین کا نفاذ، ان ممالک میں نہیں ہے، تو پھر ان ممالک کو دار الاسلام کیوں کہا جاتا ہے؟ تو اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اس میں حرج لازم آتا ہے، کیوں کہ اگر باوجود کثرت و اغلبیت مسلمین کے، اس کو ''دار الکفر'' کہا جائے، تو یہ خرابی لازم آئے گی، کہ دشمن آسانی سے اسلامی ممالک پر قابض ہو جائے گا، کیوں کہ ''دار الکفر'' ہونے کی وجہ سے، مسلمانوں کے لیے اگر کوئی باطل طاقت حملہ آور ہو، تو دفاع لازم نہ ہوگا، اور یوں ایک ایک کر کے، تمام اسلامی ریاستیں دشمنوں کے ہاتھ چلی جائے گی۔ ہاں البتہ اس کو ''دار الاسلام الفاسقه'' کہا جائے، تو کوئی حرج نہیں، یا صرف ''دار الفسق'' کہا جائے، لو اعتبرنا هذه الدیار من دار الکفر او الحرب فهذا یعنی ان المسلمین علی کثرتهم سیغدون من غیر اوطان و لا دیار و فی هذا تمکین لاعداء الله منا اضافة الی ا نه لایجب علی المسلمین الدفاع عنها فی حال الاعتداء علیها من الکفار ۔(فقه الاقلیات: ص ۹۷)

دارالکفر کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) دارالکفر حقیقی۔ (۲) دارالکفر حکمی۔

دارالکفر حقیقی:

اس ملک کو کہا جاتا ہے، جہاں پر زمام حکومت غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہو، اور وہاں کا دستورِ اساسی بھی انہیں کا ہو، اور مسلمانوں کو شعائر اسلام بجالانے کا قطعاً حق نہ ہو، بل کہ حکومت مسلمانوں کو ہلاک کرنے اور نقصان پہنچانے کے درپے ہو، مثلاً: رشیا جو ۱۹۹۲ء سے پہلے اسلام اور مسلمانوں کا کٹر دشمن رہا، اور اسوقت اسرائیل۔

دارالکفر حقیقۃ:

و هي التي قصدها الفقهاء في تعريفهم لدار الكفر و هي التي تظهر فيها احكام الكفر و يحكمها الكفار و انعدمت فيها مظاهر الدين تمامًا بحيث لم يعد لها وجود متميز و لا يوجد فيها مسلمون يؤدون واجباتهم الدينية۔ (تقسيم العالم: ص ۲۵)

دارالکفر حکمی:

اس مملکت کو کہا جاتا ہے، جہاں حکومت تو غیر مسلموں کی ہو، دستور بھی ان کا ہو، مگر مسلمانوں کو اپنے شعائر کے بجالانے کی اجازت ہو، مثلاً: بعض یوروپی ممالک، بعض ایشیائی ممالک، بعض افریقی ممالک، جہاں مذکورہ صورت حال ہو، اس کو دار الاسلم اور دار العهد بھی کہا جاتا ہے۔ **و العلة في الذهاب الى الحبشة ان هناك ملكا لا يظلم عنده احد و كان العدل في ذاته وسامًا لذالك الملك و سماها المسلمون دار امن و ان لم تكن دار ايمان۔** (تفسير الشعراوي: ۴/ ۲۵۸)

دار کی ایک تقسیم وجود امن اور عدم امن کے اعتبار سے بھی ہے، جس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں، حالت جنگ اور حالت امن کے اعتبار سے بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) دارالحرب:

جہاں حکومت مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہو، ان کے مال ان کے املاک، اور ان کی جان کو ختم کرنے یا نقصان پہنچانے کے درپے ہو، اور وہاں اسلامی دعوت کو ممنوع قرار دیا گیا ہو، اس کو ملک کو ''دار الحرب'' کہا جائے گا، اور اس کو ''دار الكفر، دار الشرك، دار المخالفين'' بھی کہا جاسکتا ہے۔

(۲) دارالامن والعہد:

جہاں حکومت تو اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ہو، مگر وہ مسلمانوں کے ساتھ امن کا معاہدہ کر چکی ہو، تو پھر اسے ''دار الامن يا دار الكفر الآمنه يا دار العهد يا دار الكفر المعهودة'' کہا جائے گا۔

بعض حضرات ''دار حیاد'' بھی ایک قسم قرار دیتے ہیں، ''دار حیاد'' اس ملک کو کہتے ہیں، جو مسلمانوں کے

ساتھ مصالحت کرے، کہ نہ وہ ان سے قتال کریں گے۔ نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کا تعاون کرینگے۔ ابوزہرہ رضی اللہ عنہ اور وہبہ زحیلی نے یہ قسم الگ شمار کی ہے۔(العلاقات الدولية في الاسلام: ص ۸۴ ، آثار الحروب : ص ۱۹۷)

یہ تھا مختصراً دار کا بیان، اخیر میں ہم اللہ سے دست بدعا ہے کہ ہم مسلمانوں کو کوئی دارالاسلام عطا فرمائے، یا قیام خلافت کی کوئی سبیل اللہ رب العزت ہمارے نکالے۔ آمین یارب العالمین!

یہاں ایک وضاحت کر دینا مناسب ہوگا کہ دارالاسلام اور دارالکفر قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور نہیں، لہٰذا ''دار'' کی یہ تقسیم توقیفی نہیں، یعنی منصوص نہیں ہے، بل کہ مجتہد فیہ، لہٰذا اس میں اختلاف کی گنجائش ہے، جیسے فقہاء متقدمین تقسیم ثنائی کے قائل تھے، اور ان میں بھی امام شافعیؒ ثلاثی کے قائل تھے، یعنی انکے یہاں دار کی تین قسمیں ہیں: (۱) دارالاسلام (۲) دارالکفر اور (۳) العهد یا دار الهدنة یا دار الصلح، جیسا کہ امام نوویؒ نے روضۃ الطالبین ج: ۵/ص ۴۳۲۔۔ پر ذکر کیا ہے، جیسے جیسے زمانہ کے احوال بدلتے گئے، اس کی تقسیم میں بھی اضافہ یا ردّ و بدل ہوتا گیا، مثلاً: امام ابن تیمیہ نے ایک اور قسم ''دار الفسق'' کو ذکر کیا ہے، جیسا کہ ان کی کتاب مجموع الفتاوی ج: ۱۸ اص: ۲۸۲۔۔ پر اس کا ذکر ملتا ہے، دورِ حاضر میں حالات کے بدلنے سے فقہاء نے ''دار حیاد'' کی اصطلاح وضع کی، جیسا کہ ابوزہرہؒ اور علامہ وہبہ زحیلی کے حوالے سے اوپر ذکر کیا گیا۔ غرضیکہ ''دار'' کے منصوص نہ ہونے کی وجہ سے ابھی اس میں اجتہاد و مزید تقسیم کی گنجائش ہے، مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں، کہ ہر کوئی تقسیم کیلئے قلم توڑنا شروع کر دے، جو لوگ علوم شرعیہ، قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور قواعد فقہ وغیرہ پر کڑی اور گہری نظر رکھتے ہوں، وہی یہ فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔

اب اختتام پر ایک تنبیہ بھی ضروری ہے، کہ بعض لوگوں نے دار کی اس تقسیم کو سرے۔ سے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے، یہ بھی درست نہیں، اُن کا کہنا یہ ہے کہ یہ فقہاء کی اصطلاحات ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں، تب تو مسائل کھڑے ہو جائیں گے، اس لیے کہ واجب، فرض، سنت، مستحب، مکروہ، مباح وغیرہ بھی ہمارے فقہاء کرام ہی کی وضع کردہ اصطلاحات ہیں، اس کا مطلب تم اس کی تردید کرو گے؟ فقہاء نے دراصل جو اصطلاحات وضع کیں، وہ ان کے اپنے فائدے کے لیے تو نہ تھیں، وہ امت کو سمجھانے کے لیے اور مسائل میں فرق مراتب کے لیے تھیں، تا کہ امت کو سہولت ہو جائے، کہ کونسا ئمل کس حد تک مطلوب و مقصود ہے، لہٰذا ہمارے ان فقہاء کا ہمیں احسان مند ہونا چاہیے، جنہوں نے ہمیں شریعت کی روٹی پکی پکائی کھلا دے۔

اللہ ہمارے ان تمام فقہاء کی قبروں کو نور سے بھر دے، اور ہمیں ان کے خون پسینے سے تیار کردہ، فقہ کی قدردانی کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین یارب العالمین!

---

(5) مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی

فضلائے حقانیہ کی تالیفی اور تصنیفی خدمات

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی' فضلاء حقانیہ کے علمی' ادبی' تحریری' تصنیفی اور تالیفی خدمات پر کام کررہے ہیں۔۔علم وادب' تحریر اور تصنیف وتالیف سے شغف رکھنے والے تمام فضلاء حقانیہ سے درخواست ہے کہ اپنا مختصر تعارف' خدمات اور تصنیفات وتالیفات کا تعارف مولانا موصوف کے نام بھیجیں تاکہ وہ اس عظیم تاریخی کام کو بہ سہولت آگے بڑھا سکیں۔

رابطہ ایڈریس : مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی' رُکن القاسم اکیڈمی' جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ ------- (ادارہ)

حضرت مولانا سید محمد گوہر شاہ حقانی

آپ مولانا سید عبدالحق بن سید حسن الدینؒ کے ہاں ۱۹۵۰ء' بابڑہ میرا خیل چارسدہ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی وعصری تعلیم کے حصول کے بعد بین الاقوامی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور ابتداء سے لے کر دورہ حدیث تک یہاں کے اساتذہ ومشائخ سے استفادہ کرتے رہے۔۱۹۷۴ء میں سند فراغت حاصل کی۔

تدریسی خدمات: فراغت کے بعد ہی دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ میں درس وتدریس پر اپنے مشائخ کی دعاؤں کی برکت سے مامور ہوئے اور تادمِ تحریر دارالعلوم اسلامیہ کے اہتمام کے ساتھ منصب شیخ الحدیث پر فائز ہیں۔آپ ہی کے زیر سرپرستی دیگر ادارے مثلاً دارالحفظ والتجوید دارالبنات للحفظ والتجوید وغیرہ بھی دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

جہادِ افغانستان میں آپ اپنے مشائخ واساتذہ اور حقانی فضلاء کی طرح بھرپور حمایت کرتے رہے۔نیز آغا خانیت' پرویزیت' شیعیت اور بریلویت وغیرہ کا تعاقب اور مواخذہ میں اپنی حقانی نسبت کی لاج قائم کئے ہوئے ہیں۔

آپ جمعیت علمائے اسلام کی سیٹ سے قومی اسمبلی کے ممبر رہ چکے ہیں۔

تصنیف وتالیف وصحافت: مولانا جب دارالعلوم حقانیہ سے فارغ ہوئے تو اپنے اساتذہ ومشائخ سے ربط وتعلق رہا۔ چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے مشورہ سے ماہنامہ ''النصیحہ'' کا اجراء کیا اور آج تک اسی رسالہ کیلئے لکھ رہے ہیں۔عصرِ حاضر کے تقاضوں' فرقِ باطلہ کا بھرپور تعاقب' درسِ قرآن ودرسِ حدیث' عالمِ اسلام' عالمی اسلامی تحریکوں اور اسلامی قوتوں کی خبریں اور مسائل سے بھرپور مضامین وجاندار تجزیئے رسالہ کی جان ہوتی ہے۔

احکام الاذان: اذان کے احکام ومسائل پر مشتمل یہ کتاب شعبہ نشرواشاعت دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ نے

شائع کی ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کے سینکڑوں مضامین ''النصیحہ'' کے صفحات میں بکھرے پڑے ہیں۔ اللہ کرے ان کے تلامذہ یا متعلقین میں سے کوئی اسے مرتب کر کے شائع کرے تو نفع عام ہوگا۔

مولانا حافظ صالح الدین حقانی

آپ مولانا محمد کامل شاہ ؒ کے ہاں ۱۷ر اپریل ۱۹۷۴ء بروز جمعہ کوز گانشال علاقہ کانا دادی شانگلہ سوات میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق خاندان سادات کے قبیلہ صلابت خیل سے ہے۔

ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں میں حاصل کی جبکہ عصری تعلیم کی تکمیل ضلع مردان میں کی۔ ۱۹۹۳ء میں درس نظامی وفاق المدارس العربیہ کے نصاب کے مطابق درجہ اولیٰ میں داخلہ لیا۔ اور مختلف مدارس سے استفادہ کرتے رہے۔ موقوف علیہ جامعہ انوار محمدیہ بازار شہیدان مردان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ کے مایہ ناز تلمیذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مطلع الانوار صاحب دامت برکاتہم وفیوضہم سے پڑھا۔ اور دورۂ حدیث کے لئے جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے۔ اور یہاں کے مشائخ و اساتذہ سے استفادہ کر کے ۲۰۰۱ء میں سند فراغت حاصل کی۔ ___ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے زمانہ طالب علمی میں آپ اپنے اساتذہ اور طلباء کے علاج معالجہ کی خدمت کرتے تھے اور جامعہ کی ڈسپنسری آپ ہی کے زیر نگرانی تھی۔ کمپیوٹر لیب کی ابتدائی تنصیب میں انتظامیہ کے تعاون سے طلباء کو کمپیوٹر کی تعلیم بھی دیتے۔ اس کے علاوہ جامعہ حقانیہ میں آنے والے بیرون ملک کے مہمانوں کے درمیان انگریزی زبان کی ترجمانی بھی کرتے رہے۔ ___ فراغت کے بعد مختلف دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ گورنمنٹ کالجز اور یونیورسٹیز میں شعبہ اسلامیات کے پروفیسر کے طور پر خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ اپنے عظیم والد مولانا محمد کاملؒ سے سلاسلِ اربعہ میں ماذون ہیں اور خلقِ خدا کی اصلاح و تربیت میں مصروف ہیں۔ ان تمام مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف سے بھی رشتہ جوڑے ہوئے ہیں۔

۱۔ **الامام زفر و آراء الفقیہ دراسۃ و نقداً :** علم فقہ کے طلباء امام زفرؒ کے نام اور مقام عظمت و رفعت سے ضرور واقف ہوں گے۔ ان کی فقہی آراء اور سیرت و سوانح کو مولانا موصوف نے عربی زبان میں 308 صفحات پر مشتمل ضخیم جلد میں جمع کیا۔

یہ مولانا موصوف کے ایم فل (M.Phil) کا مقالہ ہے جو انہوں نے نہایت عرق ریزی سے سینکڑوں کتب کے مطالعہ کے بعد مرتب کیا ہے۔ چونکہ اب تک یہ مسودہ کی شکل میں ہے اور مولانا کا ارادہ ہے کہ وہ عربی اردو دونوں میں اسے شائع کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق رفیق فرماویں۔

۲۔ **دعوت اِلی اللہ کا طریقہ کار قرآن وسنت کی روشنی میں:** دعوت و تبلیغ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت

ہے۔انہوں نے اپنی اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور احکامات کی تبلیغ کی اور اپنی ذمہ داری پوری کی۔ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے دعوت و تبلیغ کا جو عظیم کام اور ذمہ داری سپرد کی تو اس کے ساتھ ہی طریقہ کار بھی سمجھایا کہ لہجہ نرم ہو "قولا لہ قولا لینا" کے اصول بتائے اور آقائے نامدار ختم الرسل ﷺ کو فرمایا: **لو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک ، ادع إلی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة**

مولانا حقانی نے قرآنی تعلیمات اور سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں تبلیغ کے اصول وطریقہ کار پر بہت اچھے اور نرالے انداز سے بحث فرمائی ہے کتاب پر دارالعلوم حقانیہ کے مشائخ واساتذہ کے علاوہ دیگر اکابر علماء کی تقاریظ بھی ثبت ہیں۔

۳: خطبات صالح (دوجلد)　　مولانا صالح الدین حقانی چونکہ ایک داعی، شیخ طریقت او رمجمع الکمالات انسان ہیں اسلئے جو بھی بات کرتے ہیں دل کی گہرائیوں سے کرتے ہیں۔

ع　دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے　کے مصداق ہے۔

خطبات صالح آپ کے مواعظ وخطبات کا مجموعہ ہے جو مختلف اصلاحی موضوعات پر مشتمل ہے۔

۴: جھاڑ پھونک کے مریضوں کے لئے ہدایات:　آج کل کے دور میں یہ مرض عام ہو رہا ہے کہ جاہل لوگ ایک دوسرے پر تعویذ گنڈے کرتے ہیں جس کی وجہ سے بعض لوگ بیمار ہو جاتے ہیں۔مولانا نے انہی مریضوں کے لئے ہدایات اور وظائف مرتب کئے ہیں تاکہ اس کا اثر زائل ہو جائے۔

۵۔ یک زمانہ صحبتے با اولیاء:　مولانا اکابر، مشائخ سے بے حد محبت رکھتے ہیں اوران کی خدمت میں گاہے گاہے حاضری بھی دیتے رہتے ہیں۔ جب بھی کسی شیخ، بزرگ، استاد اور عالم کے پاس جاتے ہیں تو اسی مجلس کے تاثرات کو محفوظ کرتے ہیں۔ یک زمانہ صحبتے با اولیاء انہی مجالس کے تاثرات کا مجموعہ ہے۔

۶۔ مبادیات راہ سلوک: مولانا نے اپنے متعلقین، مریدین اور متوسلین کے اہم معمولات اور ہدایات لکھے ہیں۔ یہ کتاب اسی کا مجموعہ ہے۔

۷۔ جوہر تصوف:　تصوف کیا ہے؟ کیوں ضروری ہے؟ تزکیہ کیوں کرنا چاہیے؟ مرید کو اپنے شیخ سے کب فائدہ زیادہ ہوتا ہے؟ وغیرہ جیسے اہم سوالات کے جوابات کا مرقع۔

۸۔ حقیقت حج وعمرہ:　حج وعمرہ کے فضائل واحکام اور فلسفہ پر نہایت بحث مع طریقہ وحج وعمرہ

۹۔ The Fundamental's of Islam: اسلام کی بنیادی تعلیمات کے متعلق انگریزی زبان میں ہے۔

مولانا موصوف کی اتنی خدمات مادر علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی خدمت، مشائخ واساتذہ اور والد مکرمؒ سے تعلق وخدمت اوران کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

جناب ڈاکٹر ظہور الحق

دارالعلوم دیو بند

میرے چند مشاہدات و تجربات

میرے خاندان کے افراد دینی علوم کی تحصیل کے لیے مظاہر العلوم سہارنپور جایا کرتے تھے۔ میں وہ پہلا شخص ہوں جو عربی اور دینی تعلیم کی تکمیل کے لیے دارالعلوم، دیو بند گیا۔ اِس مخزنِ علوم اور مایۂ ناز ادارے کی کشش کے جہاں بہت سے اسباب تھے ان میں سے ایک بنیادی سبب یہ تھا کہ یہاں کے اساتذۂ کرام اور طلبہ نے برطانوی استعماریت اور اس کے تند و تیز طوفان کے خلاف جس جہد مسلسل اور بلند حوصلگی سے کام لیا اور اپنی ملت کی بقا، قوم و ملک کے تحفظ اور ایک علمی، اخلاقی اور ملی نصب العین کے لیے انھوں نے جو بے لوث قربانیاں دیں اُن سے میرے دل و دماغ پر ایسے اثرات مرتب ہوئے تھے جن کی گرفت روز بروز مضبوط ہوتی جارہی تھی اور دارالعلوم پہنچنے کی لگن تیز سے تیز تر۔ اس کے علاوہ میرا یہ خیال تھا کہ وہاں میرے علمی ذوق کی تشنگی کا سامانِ سیرابی بڑے پیمانے پر مہیا ہوسکے گا اور بحث و مباحثہ کی صلاحیتوں اور قوتوں کے اظہار کے لیے مجھے وسیع میدان ملے گا، تعلیم و تدریس کے اصول و قواعد سیکھنے اور انھیں برتنے کا سلیقہ آئے گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ملت کے قابل فخر رہنماؤں اور ان کی عظیم شخصیتوں کا قرب میرے لیے اخلاقی و روحانی فیض کا باعث بنے گا۔

مجھے اندیشہ تو یہ تھا کہ میرے خاندان والے میرے خیال کی تائید نہ کرتے ہوئے میرے اس باغیانہ اقدام کو ناپسند کریں گے اور میرا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکے گا مگر برخلاف اس کے جب میری خواہش اور میرے فیصلے کا خیر مقدم کیا گیا اور بخوشی مجھے دارالعلوم جانے کی اجازت دے دی گئی تو میری مسرتوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔

دارالعلوم دیو بند میں قدم رکھتے ہی میرا خیال یقین میں بدل گیا۔ تصور ایک جیتی جاگتی حقیقت بن گیا۔ مجھے اپنے فیصلے پر خود ہی رشک آنے لگا۔ مظاہر العلوم کے مقابلے میں یہاں اساتذہ اور طلبہ کی تعداد دوگنی سے بھی زیادہ تھی۔ روح پرور ماحول، دینی و مذہبی افکار سے سرشار فضا، علم کے شیدائی کا اجتماع، گویا مجھے پکار پکار کر دعوتِ فکر و عمل دے رہا تھا۔ میں نے یہاں اکابرِ ملت اور اساتذۂ کرام کی شفقت و محبت، محنت و لگن اور استغناء و توکل کے وہ نمونے دیکھے جنھیں میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ طلبہ کو یہاں تعمیر سیرت اور کردار سازی کے مواقع دوسرے اداروں کی بہ نسبت اس لیے زیادہ ملتے ہیں کہ یہاں کے اساتذہ اپنے مثالی کردار، بلند اخلاق اور پاکیزگی افکار کے گہرے نقوش ان پر ثبت کرتے ہیں۔

کتابوں سے کہیں زیادہ اساتذہ کا حسنِ عمل اور بے غرضانہ خلوص طلبہ کی شخصیتوں اور ان کے اذہان کے لیے موثر ثابت ہوتا ہے۔ میں اِس سلسلے میں اپنے چند مشاہدات و تجربات پیش کرنا چاہوں گا۔ جہاں تک اساتذہ کی شفقت ومحبت کا تعلق ہے تو حقیقتاً وہ اپنے طلبہ سے اِسی طرح پیش آتے تھے جس طرح والدین آتے ہیں۔ اقامت گاہوں میں پابندی سے تشریف لاتے۔ طلبہ کی تمام ضروریات کا خیال رکھتے۔ ہر طرح سے ان کی خیر خبر لیتے۔ اگر کوئی طالب علم مالی تنگی کی وجہ سے ہوسٹل میں قیام نہیں کرسکتا تھا تو اس کی دلجوئی کرتے، اس کا حوصلہ بڑھاتے اور اس کو ہر ممکن مدد دیتے۔ خود میرے قریب کے کمرے میں ایک نوارد طالبِ علم کا واقعہ ہے کہ داخلے کے امتحان میں اس کو اتنے اچھے نمبر نہ مل سکے کہ وظیفے کی اتنی رقم پانے کا مستحق ہوتا جس سے وہ اپنے اخراجات پورے کرسکتا اس کو تو تحصیل علم کا شوق کشاں کشاں دیوبند لے آیا تھا ورنہ اس کی معاشی حالت اس کی اجازت نہ دیتی تھی۔ وظیفہ نہ ملنے کی صورت میں اس نے مجبوراً اپنے گھر جانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اساتذہ تک اس کی خبر کس طرح پہنچی۔ بہر حال چوبیس گھنٹے کے اندر اندر تین استاد باری باری اس لڑکے کے پاس آئے اور صورتِ حال معلوم کی۔ جب ان کو لڑکے کے فیصلے کا علم ہوا تو انھوں نے پوری ذمے داری کے ساتھ اس کے سارے تعلیمی مصارف کی کفالت اپنے سر لے لی۔ اس کو تسلی وتشفی دی اور ہوسٹل میں اس کے قیام کا انتظام کردیا۔ مجھے یہ لکھتے ہوئے بڑی مسرت ہے کہ وہی طالب علم آج پاکستان کے ایک بڑے دینی مدرسے میں قال اللہ قال الرسول کی صدا بلند کیے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی مثالیں ایسی ہیں جو استادانِ دارالعلوم کے پرخلوص رویے، ان کی بے پناہ ہمدردی اور قومی وملی درد سے بھرپور جذبات کی آئینہ دار ہیں۔

یوں تو دارالعلوم میں رسمی طور پر صرف چھے گھنٹے تعلیم حاصل ہوتی ہے مگر عملاً بعد فجر سے گیارہ بجے رات تک اساتذہ وطلبہ درس وتدریس، میں مشغول رہتے ہیں۔ کوئی بھی استاذ بغیر مطالعہ کیے ہوئے درسگاہ میں پڑھانے نہیں آتا۔ شیخ الادب والفقہ استاذی مولانا اعزاز علی نوراللہ مرقدہ فجر کی نماز کے بعد ''ہدایہ آخرین'' کا درس دینے کے لیے درجے میں آجاتے اور ڈھائی گھنٹے اپنی بارعب آواز میں اس دلچسپی اور محنت سے پڑھاتے کہ طلبہ دنیا ومافیہا سے بے خبر اس میں محو ہوجاتے۔ حضرت مولانا یہ کتاب کم از کم بیس بار پڑھا چکے تھے مگر اس کے باوجود وہ بغیر مطالعہ کیے ہوئے کبھی نہ پڑھاتے۔ اگر کتاب کے حاشیے کو پڑھ کر کوئی طالب علم سوال کرتا تو جواب دینے کی بجائے اس سے یہ کہتے کہ ''مولوی صاحب آپ نے جہاں سے سوال کیا ہے وہیں اس کا جواب موجود ہے۔'' وہ ہمیشہ طلبہ سے علمی، سنجیدہ اور بلند سطح کے سوالات کرنے کی توقع رکھتے۔ دورانِ درس وہ ایسے طلبہ کی تلاش میں رہتے جو محنتی، مطالعے کے شوقین اور ضرورت مند ہوتے وہ ان کو یا تو اپنے مطالعے کے کمرے میں بلاتے یا خود ان کے کمروں میں جاکر بعد سلام کے ان کی خیریت معلوم کرتے اور سب سے چھپا کر حسب گنجائش امدادی رقم دینے کے بعد سلام کرکے چلے آتے۔ تحفہ اور ہدیہ قبول کرنے سے ہمیشہ گریز کرتے۔ میں نے اپنے ایک ساتھی سے یہ سنا کہ بڑی منت سماجت کے بعد اس نے حضرت مولانا کی خدمت

میں ایک قیمتی رومال تحفہ پیش کیا جس کو انھوں نے بڑی مشکل سے قبول کیا۔ کسی غلطی کی بناء پر یہ طالب علم دار العلوم کی طرف سے سزا کا مستحق قرار پایا گیا۔ پانچ مہینے بعد یہی طالب علم اپنے اسی معاملے میں حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اپنا مسئلہ رجوع کیا۔ حضرت مولانا کچھ جواب دینے کی بجائے اٹھے، الماری کھولی اور وہ تحفہ جو اسی طرح ابھی الماری میں محفوظ تھا، شکریے کے ساتھ واپس کیا اور فرمایا کہ ''میری طرف سے آپ اس کو استعمال کریں'' پھر کہا ''آپ قاعدے کے مطابق درخواست دیں جو جو مدد ممکن ہوگی میں اس کے لیے حاضر ہوں۔'' دار العلوم کے قاعدے کے مطابق اس کی سزا معاف نہیں ہوسکتی تھی۔ صرف مہتمم کو اختیار خصوصی کی بناپر اس سزا کی معافی کا حق تھا۔ حضرت مولانا نے اس کی عرضی پیش کرتے ہوئے مہتمم صاحب سے ہمدردی کی درخواست کی۔ اس طرح وہ طالب علم بری ہوگیا۔ پھر حضرت مولانا اس کے کمرے میں پہنچے اور پہلے اس سے اِس اذیت کے لیے معذرت چاہی جو ان کے سخت رویے سے اُسے پہنچی تھی۔ اس کے بعد اس کو بری ہونے کی خوشخبری سنائی۔

حکیم اسلام استاذ مکرم مولانا طیب صاحب کے انداز تدریس کو کبھی نہیں بھلایا جاسکتا۔ وہ شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ کا درس دیا کرتے تھے حالانکہ ان کی زندگی مصروف ترین زندگی تھی۔ دار العلوم کے اندر اور باہر کے بے شمار ایسے مسائل تھے جس کی وجہ سے ان کا وقت کبھی خالی نہ رہتا۔ مگر جب بھی مولانا دیو بند میں ہوتے اپنی گوناں گوں مصروفیتوں میں سے وقت نکال کر حجۃ اللہ البالغہ کا درس دینے مقررہ کمرے میں آتے اور انتہائی پرسکون طریقے سے عالمِ استغراق میں پڑھانا شروع کرتے۔ اِس وقت ان کے ذہن میں کوئی مسئلہ اور اُلجھن نہ ہوتی۔ ان کی تمام تر توجہ درس پر مرکوز ہوتی۔ وہ علمی مسائل پر اس طرح بحث کرتے اور اس کو اس دلنشیں انداز میں سمجھاتے کہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہتا۔ مولانا کے حکیمانہ اور متکلمانہ اندازِ بیان، علوم میں ان کی گہری بصیرت اور ان کی بارعب و پرکشش شخصیت کے انمٹ نقوش ہمیشہ میرے ذہن میں رہیں گے۔

یہاں کے اساتذہ میں توکل اور استغنا کی جو کیفیت دیکھی اس سے ادارے سے ان کی وابستگی اور دینی واخلاقی اقدار کا اندازہ ہوتا ہے۔ دوسرے اداروں میں اساتذہ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی طرح زیادہ سے زیادہ آمدنی کے ذرائع تلاش کریں مگر یہاں کے اساتذہ اپنی قلیل تنخواہوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور ادارے کی خدمت کو عین سعادت سمجھتے ہیں۔ کبھی کبھی تو بڑی تنخواہوں کی پیشکش کو بھی قابل اعتنا نہیں سمجھتے اور اپنے عزیز ادارے سے وابستگی کو باعثِ فخر خیال کرتے ہیں۔ میں نے علی گڑھ کے بعض بااثر ذمہ داروں کی ایما سے وہاں سے استاد کو یہ لکھا کہ انکی قابلیت واہلیت اور تجربے کے مطابق ایک اچھی آسامی خالی ہے۔ تقرر کی قوی امید ہے درخواست بھیج دیجئے میرے اس خط کے جواب میں ان صاحب نے درخواست کا مقررہ فارم واپس کردیا اور لکھا ''الحمدللہ میں یہاں بہت مطمئن ہوں۔ اکابر کی خدمت کے مواقع میسر ہیں۔ دار العلوم کی ملازمت میرے لیے صرف ایک ذریعہ معاش نہیں ہے بلکہ ایک سعادت

ہے۔ میرے اکابر اور اساتذہ اگر مجھے وہاں کی خدمت کیلئے حکماً بھیجیں تو مجھے انکار کی مجال نہیں ورنہ میں اپنے دارالعلوم کو رہتی زندگی تک چھوڑنے کو تیار نہیں ہوں۔ آپکی توجہ اور مہربانی کا میں شکرگذار ہوں۔ اللہ آپکو اس کا اجر دے۔''

استغناء کی ایسی کئی مثالیں مل جائیں گی جن کی روشنی میں یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے قیام کا مقصد قوم میں سے ایسے افراد تیار کرنا تھا اور ہے جو ایک طرف دینی علوم کے ماہر اسلامی روح وجذبے سے سرشار شخصیت کے مالک اور اسلامی شعار کے جیتے جاگتے نمونے ہوں تو دوسری طرف قوم وملت کے بے لوث خادم اور بہی خواہ اور اس کے محافظ۔ دارالعلوم کی تاریخ ایسی ممتاز شخصیتوں سے مزین ہے جنھوں نے اپنی زندگیاں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے وقف کردیں اور جو اپنے علم وعمل، بلندی اخلاق وکردار اور مثالی کمالات وفضائل کی وجہ سے زندہ جاوید رہیں گی۔

دارالعلوم دیوبند اور وہاں کے اساتذۂ گرامی کے فیضان ہی کی بدولت میرے افکار کو جلا اور میری زندگی کو صحیح منزل ملی ہے وہاں کی کیف آگیں یادیں اور روح پرور صحبتیں، وہاں کے شب وروز اور علمی مشاغل اور وہاں کے استادوں کی عنایتیں اور شفقتیں، زندگی کا وہ انمول سرمایہ ہیں جو میرے نہاں خانہ دل میں محفوظ ہیں۔

یہی تو کام کا وقت ہے

یہ وہ زمانہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے (ایسے وقت میں) غربائے اہل اسلام کو بشارت دی ہے نیز فرمایا ہے کہ: ''زمانہ فتنہ میں عبادت کرنا ایسا ہے جیسے کہ میری طرف ہجرت کرنا'' تم کو معلوم ہے کہ غلبہ فتنہ فساد کے وقت سپاہی اگر تھوڑی سی بھی جرأت کرتے ہیں تو (بادشاہ کے دل میں) بہت کچھ وقعت پیدا کر لیتے ہیں۔ امن وامان کے وقت اگر ہزار دوڑ دھوپ کریں بے اعتبار ہے پس کام کرنے اور کام کے قبول ہونے کا وقت یہی ہے جو فتنوں کا وقت ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ (قیامت میں) مقبولان خدا میں محشور ہو تو مرضیات حق تعالیٰ کے لئے اپنی تمام مرضیات سے دست بردار ہو جاؤ اور سنت سنیہ کے متابعت کے علاوہ کسی چیز کو اختیار نہ کرو۔ (دیکھو) اصحاب کہف' غلبہ فتنہ کے وقت صرف ایک عمل ہجرت سے اتنے اونچے درجے کو پہونچ گئے' تم تو محمدی ہو اور داخل خیر الامم ہو' تم اپنے وقت کو لہو ولعب میں ضائع نہ کرو اور بچوں کی طرح معمولی چیزوں کی طرف توجہ نہ ہو۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں　　　گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

ترجمہ: ''ہم تم کو اس خزانہ کا پتہ دیتے ہیں جو حاصل زندگی ہے اگر ہم نہیں پہنچ سکے تو شاید تم اس خزانہ تک پہنچ جاؤ''

(مکتوبات حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ)

مولانا لقمان الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

اللہ تعالیٰ نے کائنات کے اسرار ورموز میں چار کے ہندسے کو بڑی اہمیت دے رکھی ہے

(۱) اللہ تعالیٰ نے چار (۴) سمت پیدا کی ہیں: مشرق' مغرب' شمال' جنوب
(۲) معرفت الٰہی کی چار چیزوں میں غور کرنے کا حکم: اونٹ' آسمان' پہاڑ' زمین (القرآن)
(۳) منافق کی چار علامتیں: جھوٹ' وعدہ خلافی' دھوکہ' گالی دینا (حدیث متفق علیہ)
(۴) چار چیزیں بھلائی والی ہیں جس کو ملی ہوں وہ خیر پر ہے: ذکر کرنے والی زبان' شکر کرنے والا دل' مصیبت پر صبر کرنے والا بدن' پاک دامن عورت۔
(۵) چار' چار سے سیر نہیں ہوتے: زمین پانی سے' عورت مرد سے' آنکھ دیکھنے سے' عالم علم سے
(۶) چار جنت کے خزانے ہیں: چپکے سے صدقہ کرنا' مصیبت کو چھپانا' صلہ رحمی' لاحول ولاقوۃ
(۷) چار چیزوں کا حکم: ایمان باللہ' اقامت الصلوٰۃ' زکوٰۃ' غنیمت کا پانچواں حصہ دینا۔
(۸) چار نے ساری دنیا پر حکومت کی ہے: دو پیغمبر' سلیمانؑ' ذوالقرنینؑ' دو کافر' نمرود' بخت نصر' حجاج بن یوسف ابن القریہ تاریخ الخلفاء' ص ۲۲۱)
(۹) فقہ کے چار اصول: کتاب اللہ' سنت رسولؐ' اجماع امت' قیاس مجتہد۔
(۱۰) شیطان چار طرف سے حملہ کرتا ہے۔ سامنے سے' پیچھے سے' دائیں سے بائیں سے (القرآن پارہ ۸)
(۱۱) ہدایت کے لئے چار آسمانی کتب: تورات' زبور' انجیل' قرآن شریف
(۱۲) نبی کریمؐ کے چار وزراء ۔ جبرائیلؑ' مکائیلؑ' ابوبکرؓ' عمرؓ
(۱۳) آدمی کی سعادت کی چار علامتیں ہیں: صالح بیوی' نیک اولاد' اچھے دوست' اپنے شہر کا رزق
(۱۴) چار پر چار حجت ہیں: مالدار پر سلیمانؑ' غریب پر عیسیٰؑ' غلام پر یوسفؑ' مریض پر ایوبؑ
(۱۵) چار خلفاء علی منہاج النبوۃ: ابوبکرؓ' عمرؓ' عثمانؓ' علیؓ
(۱۶) نبی کریمؐ کے چچاؤں نے زمانہ نبوت پایا: حضرت عباسؓ' حضرت حمزہؓ' ابوطالب' ابولہب

(۱۷) فقہ کے متونِ اربعہ: مختصر طحاوی، مختصر قدوری معتصر کرنی مختصر الحاکم

(۱۸) کامیابی کے لئے چار صفات: ایمان، عمل صالح، وصیت بالحق، وصیت بالصبر

(۱۹) چار چیزیں اللہ کو محبوب ہیں: قطرہ آنسوؤں کا من خشیۃ اللہ، قطرہ خون شہید کا فی سبیل اللہ، قدم نماز کیلئے قدم فی سبیل اللہ

(۲۰) چار حالات میں نفس پر قابو پانے والے جنتی ہے: رغبت ۔ ڈر۔ خواہش۔ غضب

(۲۱) چار خصلتوں والے پر جنت حرام ہے: شراب پینے والا، سود کھانے والا، یتیم کا مال ہڑپ کرنے والا، والدین کا نافرمان

(۲۲) بدبختی کی چار علامتیں ہیں: آنکھ کا خشک ہونا۔ دل کا سخت ہونا، حرص، لمبی امیدیں

(۲۳) چار نے گود میں باتیں کی ہیں: ابن امراۃ من بنی اسرائیل، صاحب جریج، صاحب یوسفؑ، عیسیٰؑ

(۲۴) چار ماہر اسلامی قضاۃ: عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ (تاریخ الخلفاء ص ۲۰۴)

(۲۵) چار حفاظ عہد نبویؐ میں: ابی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ، ابوزیدؓ

(۲۶) چار مدبر سیاسی شخصیات: معاویہ بن ابوسفیانؓ، عمر بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، زیاد بن ابوسفیانؓ

(۲۷) امام اعظم کے چار مشہور شاگرد: قاضی ابویوسفؒ، محمد بن حسن شیبانیؒ، زفر بن ہزیلؒ، حسن بن زیادؒ

(۲۸) چار بدبختوں کے ساتھ بے نمازی کا حشر: فرعون، ہامون، قارون، ابی بن خلف

(۲۹) چار مقرب فرشتے: جبرائیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، عزرائیلؑ

(۳۰) چار خصلت والے جنتی: مسکین کو ٹھکانا دینے والا، ضعیف پر رحم کرنے والا، غلام پر نرم، والدین پر خرچ کرنیوالا

(۳۱) چار پر اللہ کا غضب: قسم کھانے والا تاجر، فقیر متکبر، شیخ بوڑھا بدکار، عالم ظالم

(۳۲) چار جس کو ملی ہوں وہ عجیب شخص ہے: خاموشی، تواضع، اللہ کا ذکر، اسباب کی کمی

(۳۳) چار قسم کی شرک سے اجتناب: شرک فی العلم، شرک فی التصرف، شرک فی العبارۃ، شرک عملی غیر اعتقادی

(۳۴) چار عناصر (عناصر اربعہ) انسان کی ضرورت، آگ، مٹی، ہوا اور پانی

(۳۵) چار ائمہ کی تقلید: امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد ابن حنبلؒ

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

محمد جاوید اختر ندوی

اسلام اور امت مسلمہ کے بارہ میں عالمی خبریں

سری لنکا میں اسلام اور مسلمان:

سری لنکا میں اسلام کا سورج پہلی صدی ہجری میں طلوع ہوا‘ ہندوستان میں مسلمانوں کے دخول اور عرب تاجروں کی آمد کے ساتھ ہی اسلام وہاں پھیلنے لگا اور اس کی روشن کرنیں ملک کے مختلف خطوں کو منور کرنے لگیں۔ یہاں مسلمانوں کی تعداد ملک کی مجموعی آبادی کا دس فیصدی حصہ ہے‘ مسلمانوں نے سامراجیوں کے استبداد سے ملک کو آزاد کرنے اور وطن کی حفاظت وترقی میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے‘ حالانکہ اس ملک میں مختلف ادیان و مذاہب اور رنگ ونسل کے ماننے والے رہتے ہیں لیکن مسلمانوں کی ایک خاص شناخت ہے اور زندگی کے ہر میدان میں ان کے اچھے کارنامے ہیں‘ بعد میں قومی نعروں اور نسلی تعصب کی ایسی ہوا چلی‘ جس نے جنگ کا میدان گرم کردیا اور ہزاروں مسلمان اس کے شکار ہوگئے‘ ان جنگوں کے دوران مسلمانوں کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑا کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں‘ اس کے پس پردہ مسلمانوں اور اسلام کا خاتمہ مقصد تھا اور یہ کہ اس ملک میں اسلام کے وجود کو نابود کردیا جائے۔ لیکن اب حالات بدل رہے ہیں‘ اسلامی بیداری کا آغاز ہوچکا ہے اور اچھے مستقبل کے آثار نمایاں ہورہے ہیں‘ مگر فرقہ وارانہ کشیدگی سے اب بھی مسلمانوں کی نیندیں اڑجاتی ہیں۔ اس کیساتھ ہی حکومتی ذرائع میڈیا‘ یونیورسٹیاں‘ کالجز اور پبلک مقامات میں مسلمانوں کو تعصب کا سامنا ہے اور اس کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ مسلم خواتین کے لئے حجاب کا استعمال ممنوع ہے۔ لیکن نئی نسل ان مشکلات کا سامنا کررہی ہے اور اپنی شناخت باقی رکھتے ہوئے آگے بڑھنے کی ہر ممکن کوشش کررہی ہے مسلمان داعیوں نے عقیدہ کی مضبوطی‘ دین اسلام کی تعلیمات سے محبت اور اس کے اندر رسوخ اور اچھے اخلاق سے آراستہ ہونے اور محاسن اسلام کو عملی اور قولی طور پر انجام دینے کا کام زور وشور کے ساتھ شروع کردیا ہے۔ ان شاءاللہ اس کے اچھے اثرات سامنے آئیں گے اور اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ ملے گا‘ اور اسلام کے نور سے یہ ملک روشن وتاباں ہوگا اور اس کا چپہ چپہ امن وسکون کا گہوارہ ثابت ہوگا۔

ٹرین فیکٹریوں سے سوعرب ملازمین برطرف:

Israel Today اخبار نے لکھا ہے کہ اسرائیلی ٹرین فیکٹریوں سے کم ازکم سوملازمین کو برطرف کردیا گیا ہے‘ اور یہ بھی تذکرہ کیا ہے کہ ان برطرف ملازمین کو برخاستگی کا حکم نامہ بھی سونپ دیا گیا ہے۔ اخبار نے اس کا سبب بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ اسرائیلی ٹرین فیکٹریوں نے ملازمت کی شرائط میں تبدیلی کردی ہے کہ ٹرین فیکٹریوں میں وہی

گ ملازمت کرسکتے ہیں جنہوں نے اس سے قبل فوج میں اپنی خدمات انجام دی ہو۔اور اسی طرح ان عرب ملازمین
کی تعداد ۶۰ فیصد تک پہنچتی ہے جو ملازمت سے برخاست کردی جائے گی۔ ٹرین کمپنیوں نے ملازمت کیلئے اپنی نئی
شرطوں کو جاری کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہی لوگ ملازمت کے حقدار ہوں گے جو اس سے قبل فوج میں ملازمت کرچکے
ہوں'اس کا مقصد یہ ہے کہ عرب ملازمین کو برطرف کرکے نوجوان اسرائیلی طبقہ کو ملازمت دی جائے' جو خالص اسرائیلی
ہوں اور ان کی بے روزگاری ختم کرکے عربوں کو بے روزگار بنا دیا جائے۔

سنگاپور پارلیمنٹ میں گیارہ مسلم ممبران:

سنگاپور ۱۶ر ستمبر ۱۹۶۳ء کو برطانیہ سے آزاد ہوا اور ۹ر اگست ۱۹۶۵ کو مستقل جمہوریہ بنا' اس ملک میں
مختلف ادیان و مذاہب' رنگ و نسل اور ملک و زبان کے لوگ رہتے ہیں۔ سنگاپور میں مسلمانوں کی مختلف تنظیمیں ہیں۔ ان
میں کچھ حکومت کے نزدیک معتبر اور منظور شدہ ہیں۔ مساجد کی تعداد ۶۶ سے زائد ہے' اور مزید نو آباد علاقوں میں مسجدوں
کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہے' مسلمان باہمی تعاون کیساتھ رہتے ہیں ایک جگہ زکوۃ جمع کرتے اور اپنی ہی رقم سے مساجد
تعمیر کرتے ہیں۔ سنگاپور کی پارلیمنٹ میں گیارہ مسلمان ہیں جبکہ کل ممبران کی تعداد ۸۴ ہے اس کے علاوہ مسلمانوں کی
تنظیمیں ثقافتی' ادبی اور مالی میدانوں میں کام کرتی ہیں۔ عورتوں' نوجوانوں اور عمر دراز افراد کے علاوہ نومسلم حضرات کا
تعاون کرتی ہیں۔ جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ سب سے بڑی اور قدیم تنظیم ہے جو ۱۹۳۲ء میں قائم ہوئی۔ مسلمان اس ملک
میں مکمل طور پر اپنے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کررہے ہیں ان کو حکومت کی طرف سے دین پر عمل کرنے کی
آزادی حاصل ہے اور انتہاء پسندی بالکل ممنوع ہے۔

اسلامی بینک کاری کے موضوع پر عربی میں پہلا رسالہ:

اسلامی بینک کاری کے موضوع پر سعودی ریسرچ اینڈ مارکیٹنگ (SMRG) نے سعودیہ سے پہلی بار عربی
زبان میں ایک ماہانہ رسالہ جاری کرنے کا اعلان کیا ہے' اس کے مدیر خصوصی عبدالوہاب الفیض ہوں گے' علاوہ ازیں
متعدد جدید موضوعات پر مزید آٹھ رسالے نکالنے کا ارادہ بھی ہے' سیاسی تعلقات کے موضوع پر ''المجلہ'' کے نام سے
بھی ادارہ ماہانہ رسالہ شائع کریگا۔ اسکے ایڈیٹر عادل الطریفی ہوں گے۔ ''الاقتصادیہ'' کے نام سے تجارت کے موضوع پر
روزنامہ بھی شائع ہوگا۔ اس کے چیئرمین شہزادہ فیصل ہیں' انہوں نے کہا کہ ہم اسلامی بینک کاری یعنی بلاسودی کاروبار کو
پورے عالم میں بڑے پیمانے پر فروغ دینا چاہتے ہیں۔

۱۲ر ہزار قیمتی کتابوں پر مشتمل سی ڈی:

عرب کی شرکۃ العریس للکمبیوتر نے المرجع الاکبر للتراث الاسلامی کی سی ڈی کا دوسرا
حصہ بازار میں پیش کردیا ہے اس میں تفاسیر' علوم القرآن' متون حدیث' شروح الحدیث' علوم الحدیث' تراجم رجال' فقہ

حنفی فقہ مالکی' فقہ شافعی' فقہ حنبلی' فقہ ظاہری' اصول فقہ' فقہ المقارن' فقہ القضاء تاریخ' سیرت نبوی' لغات عربی' ادب عربی' معاجم عربی' شعر عربی کے تحت ۹ الگ الگ موضوع پر ۱۲ ہزار کتابیں ہیں اس سی ڈی کے ساتھ ایک مکمل فہرست بھی ہے۔

ڈنمارک کے دارالحکومت میں عربی زبان کی تدریس:

ڈنمارک کی راجدھانی بیگن کے تمام اسکولوں میں عربی زبان کی تدریس کا فیصلہ کیا گیا ہے' شہر کے نائب میئر جلگارڈ نے کہا کہ ہم نے طلبہ کے اختیاری مضامین میں عربی کو بھی شامل کیا ہے' اور ہم چاہتے ہیں کہ یہاں کے تمام اسکولوں میں انگریزی' فرنچ اور جرمن کے ساتھ ساتھ عربی کو بھی ثانوی زبان کی حیثیت سے متعارف کرایا جائے' اس لئے ان چاروں زبانوں کی تعلیم ابتدائی درجات سے فراہم کرنے کا اہتمام کیا جائے گا اور طلبہ کو اپنی پسند کی زبانوں کے انتخاب کرنے کا حق دیا جائے گا اس مرحلہ کو طے کرنے کے بعد وہ دسویں میں جاسکیں گے اس کا مقصد عرب مہاجرین کی بڑی تعداد کی تعلیمی ضرورت کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ان سے خوشگوار تعلقات اور تجارت کو فروغ دینا ہے۔

محبوبیت دلانے والی صفات

خلوص' قربانی اور ایثار و خدمت کا جذبہ محبوبیت دلانے والی صفات ہیں' حکومتیں اس کے جلو میں چلتی ہیں' تمدن اور تہذیبیں اس کا رکاب تھامتی اور اس پر فخر کرتی ہیں۔ اگر یہ نہیں ہے تو نہ حکومت کا بھروسہ ہے' نہ عہدوں کا' نہ سیاسی دانش مندی اور جوڑ توڑ کا' آج ضرورت ہے کہ ہمارے مسلمان نوجوان یہ ثابت کریں کہ ہم میں زیادہ صلاحیت کار (Efficiency) ہم میں زیادہ احساس ذمہ داری' ہم میں زیادہ فرض شناسی اور ایمانداری ہے۔ ہم کو لاکھوں روپے رشوت دی جائے اور ہم کو روپے کی سخت ضرورت ہو تو ہم اس کو ہاتھ لگانا بھی حرام سمجھیں گے بلکہ رشوت پیش کرنے والے سے کہیں گے تم نے میری اور میری ملت کی توہین کی۔ تمہیں یہ خیال کیسے آیا کہ کوئی مسلمان رشوت لے سکتا ہے؟ تمہارا چہرہ یہ بتائے کہ جیسے تمہیں کسی نے گالی دے دی' مسلمان زندگی کے جس محاذ پر بھی ہو' وہ کردار کا ایک نمونہ ثابت ہو' وہ اپنے عمل سے ثابت کر دے کہ اس کا کوئی فرد یا پارٹی' بلکہ حکومت بھی خرید نہیں سکتی' ملت کا مستقل مسئلہ کردار ہی سے حل ہوگا' مسلمانوں کے ایک باعزت ملت کی حیثیت سے رہنے کا یہی واحد راستہ ہے۔

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ) (تحفہ دکن)

ادارہ

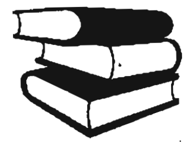

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: تجلیاتِ شمسیہ: افادات عارف مولانا شمس الہادی شاہ منصوریؒ

مرتب: مولانا محمد رقیب مجددی ضخامت :۱۰۴ صفحات

قیمت درج نہیں ناشر: خانقاہ نقشبندیہ غفوریہ شمسیہ شاہ منصور صوابی

حضرت مولانا شمس الہادی صاحبؒ بہت بڑے عالم شیخ التفسیر والحدیث اور جامع العلوم شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ پیر طریقت بھی تھے۔ اور سلسلہ نقشبندیہ غفوریہ میں مسترشدین کو بیعت بھی کرتے تھے۔ کتابوں اور دورۂ حدیث کے درس کے ساتھ آپ با قاعدہ طور پر ایک خاموش خانقاہی نظام بھی چلاتے تھے۔ اور اصلاح وارشاد کا فریضہ بطریقہ احسن انجام دیتے تھے۔ آپ کی مجالس خطبات مواعظ اور ملفوظات آپ کے تلامذہ اور عقیدت مندوں نے وقتاً فوقتاً جمع کئے ہیں اور اب ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے ان کو کاغذ وقرطاس پر منتقل کرنے کا مبارک سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس ضمن میں سلسلہ مواعظ حسنہ کی پہلی قسط بعنوان تجلیاتِ شمسیہ منظر عام پر آئی ہے۔ جس کے مرتب مولوی محمد رقیب مجددی دیوبندی ہیں جبکہ پیش لفظ آپ کے فرزند مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ کے قلم سے ہے جس میں ۵۳ ملفوظات اور باقی مختلف اصلاحی موضوعات پر آپ کی مجالس اور مواعظ احاطہ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ زبان و بیان بالکل سادہ لیکن تاثیر کے اعتبار سے از دل خیزد بر دل ریزد کے مصداق ہیں۔ امید ہے کہ آپ کے تلامذہ اور معتقدین یہ سلسلہ مزید جاری وساری رکھیں گے۔

کتاب: التوضیح السامی شرح الحسامی (پشتو) افادات: مولانا محمد ابراہیم فانی

مرتب: مولوی محمد اشفاق حقانی ضخامت ۴۵۰ صفحات

رعایتی قیمت: ۱۳۰ روپے ناشر: موتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

منتخب الحسامی اصول فقہ حنفی کے اہم ترین متون اور انتہائی معتبر کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اپنی اسی اہمیت جامعیت اور عظمت کی وجہ سے مرتب درس نظامی مولانا نظام الدین سہالویؒ نے اس کو شامل نصاب کیا تھا اور اس وقت سے لے کر آج تک یہ اہم کتاب مدارس میں متداول اور مروج ہے اور درجنوں شروحات مختلف زبانوں میں اس سے مغلق متن پر مشتمل کتاب کی معرض وجود میں آئی ہیں اور یہ سلسلہ تا ہنوز جاری ہے ان تمام شروحات میں مولوی یعقوب

کی شرح حسامی اور شیخ عبدالعزیز ابن احمد بخاری کی غایۃ التحقیق کو گوئے سبقت حاصل ہے۔

زیر تبصرہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے استاد مولانا محمد ابراہیم فانی کی اس کتاب پر درسی افادات ہیں جو کہ آپ کے تلمیذ مولوی محمد اشفاق حقانی نے دوران درس قلمبند کئے تھے۔ پھر فانی صاحب نے اس پر نظر ثانی کی اور آپ کی نظر ثانی کے بعد یہ افادات منصۂ شہود پر آئے۔ یہ افادات صرف کتاب اللہ تک بحث پر مشتمل ہیں۔ پشتو زبان میں یہ ایک بہترین جامع اور محققانہ شرح ہے جس کا وقیع مقدمہ استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے تحریر فرمایا ہے۔ جبکہ دیگر تقریظ تحریر کرنے والوں میں مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ' استاذ حدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق حقانی نائب مہتمم جامعہ حقانیہ جیسی عظیم علمی شخصیات شامل ہیں۔ اور استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدنی مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے اس پر محققانہ اور انتہائی پر مغز اور پر از معلومات پیش لفظ قلمبند کیا ہے جس سے ان افادات کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ اپنی مقبولیت کی وجہ سے بہت ہی قلیل مدت میں اس کے دو ایڈیشن نکل چکے ہیں اور اس کو طلبہ اور مدرسین حضرات نے یکساں طور پر پسند کیا ہے۔ اور اب مختلف اطراف سے اس کو اردو میں منتقل کرنے کا مطالبہ بھی زور پکڑ رہا ہے۔ چنانچہ اسی ضرورت اور اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی اردو میں ڈھالنے پر تحقیق اور کام جاری ہے' ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب افادات اور مرتب کو اس کی تکمیل کی توفیق سے نوازے۔ امین

کتاب: شاہین دتخیل پشتو شاعری۔　　مصنف: مولانا محمد ابراہیم فانی

ضخامت: ۱۶۰ صفحات　　قیمت: ۱۵۰/- روپے۔ رعایتی ۹۰/- روپے

ناشر: مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

زیر تبصرہ کتاب دارالعلوم حقانیہ کے استاد مولانا محمد ابراہیم فانی کی پشتو غزلیات پر مشتمل شعری مجموعہ ہے۔ اس سے پہلے آپ کے پشتو شاعری کے چار مجموعے جبکہ اردو شاعری کا ایک مجموعہ نالہ زار اور عربی' فارسی اور اردو کے مراثی پر مشتمل کتاب داغہائے فراق شائع ہو چکے ہیں جو کہ شعروادب کے ذوق اور شاعری سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے گرانقدر سوغات ہیں۔ زیر تبصرہ شاہین دتخیل پشتو غزلیات پر مشتمل آپ کا نیا شعری مجموعہ ہے اور امید ہے کہ دیگر شعری مجموعوں کی طرح اس مجموعہ کی بھی قارئین قدر افزائی کریں گے۔ دیدہ زیب طباعت اعلیٰ کاغذ خوبصورت ٹائٹل اور مضبوط جلد سے مزین اس کتاب کی عام قیمت ۱۵۰/- روپے ہے جبکہ رعایتی قیمت ۹۰/- روپے ہے۔ مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ کے علاوہ اکوڑہ خٹک کے تمام مکتبوں سے یہ کتاب حاصل کی جا سکتی ہے۔

ہاضمہ درست، صحت برقرار
75 Tablets
Unani Medicine
NEO Carmina
Digestive and carminative herb-mint tablets to correct indigestion, liver disorders, dyspepsia and constipation.
نئی کارمینا
NEO CARMINA
75 قرص
نئی کارمینا
ب جدید سیل بند پیک میں دستیاب ہے
نباتی اجزا اور مجرب نمکیات زیادہ محفوظ' آپ کو ملے بہترین ذائقہ اور افادیت
سالہا سال سے آزمودہ نئی کارمینا قبض، گیس، سینے کی جلن، پیٹ کے درد، قے یا متلی کی کیفیت کو
فوری رفع کر کے صحت بحال رکھتی ہے۔
نئی کارمینا
ہمیشہ گھر میں رکھیے
ہمدرد

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت وشہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	۔
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث ومفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل وشرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	زین المحافل (شرح شمائل ترمذی) جلد دو	مولانا اصلاح الدین	" " " " "	۱۰۵۵
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک